قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ پایا اور اپنے رب
کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

ماہنامہ

المرشد

عَنْ عَائِشَہؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِنْ سَاعَۃٍ تَمُرُّ بِابْنِ آدَمَ لَمْ یَذْکُرِ اللّٰہَ فِیْھَا اِلَّا تَحَسَّرَ عَلَیْھَا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. (بیہقی)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے فرمایا کہ انسان کی زندگی کا جو لمحہ اللہ کے ذکر کے بغیر گزرتا ہے قیامت کے دن انسان کو اس لمحے کے ضائع ہونے کا افسوس ہوگا۔

کم و بیش ہمارا ابھی یہ عالم ہے ہم کہتے ہیں کہ ملک سدھر جائے لیکن ہم خود سدھرنا نہیں چاہتے۔ دوسروں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اپنی نہیں۔

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

مارچ 2012ء

تصوف

عقلمند لوگ

خداوند کریم نے جہاں اپنی عظمت کی نشانیاں اپنی تخلیق کو فرمایا ہے کہ اللہ کی مخلوق اس کی تجلیات جو اس عالم میں ہر سو بکھری پڑی ہیں، خود آسمانوں اور زمینوں کا وجود اور ان کے عجائبات یہ موسموں کا تغیر و تبدل دن اور رات کا آنا جانا یہ ایک ایسا مستقل اور مکمل نظام ہے، کہ کوئی ایک چیز کسی دوسری پر اوورلیپ (over lap) نہیں کرتی، کہیں سے کوئی شے اپنی حدود سے متجاوز نہیں ہوتی اور کہیں کوئی چیز اپنا کام کرنا بند نہیں کرتی۔ تو یہی ایک مثال اس کی عظمت کو جاننے کے لئے بہت بڑی دلیل ہے کہ اللہ قادر ہے، اس کی قدرت اس کا علم اور اس کی قوت کس قدر وسیع ہے کہ ایک ایک ذرے کو اس کی معلوم جگہ پر اللہ نے سجا رکھا ہے لیکن اس کے سمجھنے کے لئے عقل و شعور کی ضرورت ہے۔ یہ نشانیاں اس کے لئے ہیں جو اولی الالباب ہیں، جو عقل رکھتے ہیں، جو صاحب لب ہیں، جن میں کچھ شعور ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں، کہ عقل مند لوگ یا صاحب لب کون ہیں، یہ وہ لوگ ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ دانا تر وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، کسی حال میں ہوں سفر میں ہوں، حضر میں ہوں ذکر کرتے رہتے ہیں۔ اور پھر ذکر سے کیا ہوتا ہے، اس سے تفکر پیدا ہوتا ہے، یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ان نشانیوں کا بحیثیت ایک نشان کے اور بحیثیت ایک آیت انسان کے ذہن میں یہ تصور ہی نہیں آ سکتا جب تک وہ ذاکر نہ ہو اور انہیں ذکر دوام حاصل نہ ہو جب وہ اس تفکر کو پالیتے ہیں، ان کے ذہن میں یہ بات آ جاتی ہے تو پھر وہ خود اس سے نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں، کہ اتنا بڑا نظام جو ہے، اس پر نتائج ضرور مرتب ہوں گے کبھی ہو نہیں سکتا کہ وہ اتنا مربوط نظام بنا کر آخر میں بغیر کسی نتیجہ کے اسے بکھیر دیا جائے، اسے ختم کر دیا جائے اور اس میں کسی نیک کو نیکی کا اجر نصیب نہ ہو اور کسی بدکار کی برائی پہ کوئی سزا نہ ہو۔

بانی حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ
المرشد

مارچ 2012ء ربیع الثانی 1433ھ
جلد نمبر 33 شمارہ نمبر 07
مدیر محمد اجمل
سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد
قیمت فی شمارہ 35 روپے
PS/CPL#15

فہرست

اداریہ	ابوالاحمدین	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	7
چراغ مصطفوی ﷺ	پروفیسر عبدالرزاق	15
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	21
زہد کے ثمرات اور برکات	حافظ حفیظ الرحمٰن	27
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	30
سوال و جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	39
Allah Dwells in a Believer's Heart	Ameer Muhammad Akram Awan	53
Hayat-e-Javidan	Abul Ahmadain Translation: Naseem Malik	56

انتخاب جدید پریس 0423-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

بدل اشتراک

پاکستان	350 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فارایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

سرکولیشن ورابطہ آفس: ماہنامہ المرشد 17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔
Ph:042-35182727, Fax: 042-35180381, email: monthlyalmurshed@gmail.com
مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ منارہ ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200, Fax: 0543-562198, email: darulirfan@gmail.com

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

ایمان کی استعداد

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ٘ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ان کے دلوں پر اللہ نے مہر کردی ہے کانوں پر بھی اور ساتھ ہی آنکھوں پر بھی پردہ ڈال دیا ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔ ہم دل کو ایک پمپنگ مشین سمجھتے تھے مگر یہ تو بڑی شے نکلا ذرا سوچیں تو دماغ کیا ہے؟ رگوں کا ایک مجموعہ، مگر اس میں کیا کچھ خزانے دفن ہیں، اور کس قدر علوم کو سیکھنے کی قوت ہے کس قدر یادداشتیں اور کتنی وسعت ہے؟ اپنے اس سارے کمال کے باوجود خطاب الٰہی کا سزاوار نہ ٹھہرا مگر یہ نعمت دل کے حصے میں آئی فرمایا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰى قَلْبِكَ ۔یعنی کلام الٰہی کا نزول قلب پر ہوا۔ گویا قلب کی استعداد اس سے کروڑوں گناہ زیادہ نکلی۔ اس کی وسعت ناپیدا کنار اور عظمت ناپ کے پیمانوں سے بالاتر نکلی۔ یہ صرف لوتھڑا نہیں اور نہ صرف مشین ہے بلکہ ایک وسیع کائنات ہے ایک مکمل جہاں ہے۔

انبیاء کرام علیھم السلام کے قلوب فیضان باری کو قبول کرتے اور تقسیم کرتے ہیں اور مومنین کے قلوب ان سے انوار کو اخذ کرتے ہیں۔ مگر کفر ایسی بلا ہے جو قلوب سے یہ استعداد چھین لیتی ہے جیسے خودکشی کرنے والا جب اپنے آپ کو گولی مارتا ہے تو موت تو اسے اللہ ہی دیتا ہے مگر اس کا سبب وہ خود بنا۔ اسی طرح ایک غلط کار انسان کی مسلسل غلط کاری دل کی موت کا سبب بن جاتی ہے اور اللہ اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے جس کا سبب اسکا اپنا کردار ہوتا ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اگر توبہ کرے تو خیر ورنہ ہر گناہ سے سیاہی بڑھتی رہتی ہے جو آخر کار سارے دل کو سیاہ کر دیتی ہے اسی کو دل کا اندھا پن اور دل کی موت کہا گیا ہے اگر انسان جسمانی زندگی سے زندہ بھی رہا تو کیا ہوا؟ بے شمار جانور یہ زندگی گزار رہے ہیں اس کی اصل فضیلت تو اس کی روحانی زندگی تھی جسے اس کی نادانی نے کھو دیا۔ یہاں ایک لطیفہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ خالق اور مخلوق خدا کے درمیان ایک تعلق ایسا لطیف تر ہے جو ان کا ذاتی ہے اور بجز ذات باری کوئی نہیں جانتا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کو بھی تب اطلاع ہوئی جب اللہ نے بتایا کہ ان افراد یا اس قسم کے افراد کے ساتھ میرا تعلق اس حد تک بگڑ چکا ہے کہ اب اُن کو توبہ نصیب نہ ہوگی تو یہ تعلق چونکہ ہر انسان کا علیحدہ ہے اس لئے ہر آدمی پر نزول رحمت بھی الگ طرح سے ہوتا ہے۔

مقتدرِ اعلیٰ (Sovereign) کون؟

اداروں کی باہمی چپقلش کے اس دور میں یہ سوال اکثر سننے میں آتا ہے کہ پاکستان میں مقتدرِ اعلیٰ (sovereign) کون ہے؟ سب سے زیادہ فکر پارلیمنٹ کو دامن گیر ہے کہ اس کی حاکمیت اعلیٰ پر کوئی فرق نہ آئے۔ پارلیمنٹ اور بالخصوص وزیرِاعظم کی زبان سے کبھی سننے میں آتا ہے "Parliment is sovereign" اور کبھی پارلیمنٹ کے سپریم ہونے کی شنید ملتی ہے۔ مغربی طرزِ جمہوریت کے خوشہ چین بجا فرماتے ہیں کیونکہ وہاں پارلیمنٹ ہی کلی اختیار کی مالک ہے۔ اگر چاہے تو عددی اکثریت سے ان افعالِ شنیع کو بھی جائز قرار دے دے جو سابقہ اقوام پر عذابِ الٰہی کا موجب بنے۔ یقیناً مغربی جمہوریت ہماری منزل نہیں۔

پارلیمنٹ کی مکمل بالادستی کے خلاف یہ زوردار نعرہ بلند ہوا ہے کہ پارلیمنٹ نہیں بلکہ دستورِ پاکستان سپریم ہے۔ جب دستور کی طرف لوٹتے ہیں تو وہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مقتدرِ اعلیٰ مانا گیا ہے جیسا کہ دستور کے ابتدائیہ میں رقم ہے "Sovereignty over the Universe belongs to Al-mighty Allah alone" لیکن کیا ایسا ہی ہے؟ عملی صورتحال کا جائزہ لیں تو یہاں خدا کے بندوں پر بندوں کی خدائی تو نظر آتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے سامنے خال ہی کوئی سرِخم نظر آئے گا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار کے باوجود ہمارے عقیدے اور عمل میں تفاوت ہے اور یہی حال ہمارے دستور کا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو مقتدرِ اعلیٰ (sovereign) تسلیم کرتے ہوئے ہمارے دستور نے بعض قوانین کو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے مستثنیٰ قرار دے رکھا ہے خواہ یہ احکاماتِ الٰہی کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ ایک طرف وفاقی شرعی عدالت کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ کسی بھی قانون کو قرآن وسنت کے خلاف ہونے کی بنا پر کالعدم قرار دے سکتی ہے لیکن دستورِ پاکستان بعض قوانین کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج قرار دیتا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور ملک کی اعلیٰ عدالتیں متعدد قوانین کو قرآن وسنت کے خلاف قرر دے چکی ہیں لیکن کوئی عدالت یہ حکم دینے سے قاصر ہے کہ ان امور میں قرآن وسنت کے مطابق عمل کیا جائے کیونکہ ایسے قوانین کو دستوری تحفظ حاصل ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ کے حضور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ایسا اقرار مقبول ہو سکتا ہے جس پر یہ قدغن لگا دی جائے کہ فلاں امور میں ہم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو نہیں مانتے؟ قرآن وسنت کے خلاف بعض دفعات کی موجودگی میں کیا ہمارے دستور کی بھی یہی حالت تو نہیں ہے؟ اگر ایسا ہے تو ہماری وہ دینی سیاسی جماعتیں جو ہر سیاسی ایشو پر احتجاج اور مظاہروں میں کوتاہی نہیں کرتیں، دستور کی ایسی دفعات پر اب تک خاموش کیوں ہیں؟ ہر سیاسی جماعت نے اپنی اپنی ترجیحات کے مطابق دستوری ترامیم کے لئے سودا بازی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا لیکن کیا اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو حقیقتاً سپریم تسلیم کرنے کے لئے ایوانِ بالا اور زیریں میں بیٹھے ہوئے علماء حضرات نے کبھی کوئی آواز بلند کی ہے؟

دستور کے ابتدائیہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو مقتدرِ اعلیٰ (sovereign) تسلیم کرنے کا ادھورا اور رسمی اعتراف اقرار نہیں بلکہ انکار کے مترادف ہے جس کی ذمہ داری ان نمائندوں پر عائد ہوتی ہے جو اداروں کے سپریم ہونے کی بحثوں میں الجھے ہوئے ہیں۔ بیسویں ترمیم کے بعد ایک ترمیم اور سہی، سجدۂ سہو ادا کرنے کے لئے کہ ہم بغیر کسی استثناء، بغیر کسی تحفظ اور بغیر کسی سیاسی مصلحت کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردسفر	نشانِ منزل
کون سی ایسی بات ہوئی ہے	سوچ سمندر

متاعِ فقیر	آس جزیرہ	دیدہ تر

اس بارے میں ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''اپنی آسودگی کے لئے وہ ذکر کرتے ہیں فکر کرتے ہیں اور شعر بھی کہتے ہیں یہ ان کے فرصت کے لمحوں کی فراست ہے۔ فراغتوں کو فروغ دینے کیلئے یہ مشغلہ انہوں نے اختیار کیا ہے شاید وہ ریلیکس ہونا چاہتے ہیں تو شعر کہتے ہیں لوگ اس کام کے لئے تفریح کے کیا کیا سامان ڈھونڈتے ہیں مگر ملک صاحب کی تفریح بھی ترفع سے خالی نہیں ان کی شاعری ان کے اعلیٰ وارفع معمولات کا ایک ہلکا پھلکا روپ ہے ان کی شاعری کے علاوہ بھی کچھ ہے اس شاعری سے کچھ لینے کے لئے حضرت اکرم صاحب کے پاس کچھ دیر بیٹھنا بہت ضروری ہے پھر پڑھنے والوں کو ایک اور ہی لطف آئے گا۔''

غزل

فقط تیرا ہوں تو یہ بھی ذرا سوچ آخر
ہے ملاقات کسی سے تو بڑی بات نہیں

ظلمت شب بھی بڑے کام کی شے ہے آخر
شکوہ لوگوں کو ہے اس سے تو کوئی بات نہیں

درد ہجراں کو دیا ہے شب ہجراں کا نام
اس کے دامن میں بھی کیا وصل کے لمحات نہیں

کتنے سالوں سے بھلا روٹھ کے بیٹھے ہو تم
بھول جانا تو مرے بس کی کوئی بات نہیں

ہاں طلب میں ہی تو جی سکتا ہے طالب ہر دم
موت اس راہ میں آئے تو بری بات نہیں

عرش کی حد پہ چلا جائے گا انساں بے شک
چاہیے ساتھی کوئی تاروں کی بارات نہیں

بھول جاؤں گا وہ شامیں جو ترے ساتھ کٹیں
سب بھلادوں گا مگر پہلی ملاقات نہیں

کس نے رسوائی کا سامان کیا ہے ہمدم
جس کی اس راہ پہ چلنے کی بھی اوقات نہیں

اب چلے آؤ کہ ہو جینے کا احساس کوئی
کس لئے جیتا رہوں ایسی کوئی بات نہیں

دیکھا سیماب کو ہر حال تڑپتے دیکھا
میں نہیں، شام نہیں، دن نہیں اور، رات نہیں

'کون سی ایسی بات ہوئی ہے'' سے اقتباس

اقوالِ شیخ

☆ ذکر قلبی کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور وہ سب کچھ ہے۔

☆ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے عہد کرنے کے بعد اُسے مرتے دم تک نبھانا۔

☆ پانچ وقت کی نماز ادا کرنا اتنا مشکل نہیں ہے جتنا نمازوں کے درمیان ہم جو کچھ کرتے ہیں اسے اللہ کے حکم کے مطابق کرنا مشکل ہے۔

☆ اسلام اور مذاہب باطلہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اسلام ہر کام آخرت کے لئے کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ دیگر تمام مذاہب امورِ دنیا کو عبادات کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔

☆ اسلام ایک عالمگیر حقیقت کا نام ہے جو مسلمان کی پوری زندگی کا نصاب عطا کرتا ہے۔

☆ ذکر الٰہی فرائض و عبادات کا متبادل نہیں بلکہ ذکر الٰہی سے دل میں وہ جذبہ پیدا ہوتا ہے جو عبادات میں خلوص و گہرائی، خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ جو عبادات کی قبولیت کی شرط ہے۔

☆ حلال کھائیں، اللہ کی عبادت کریں، اللہ کی اطاعت کریں اللہ پر بھروسہ نصیب ہو جائے گا۔ اللہ پر بھروسہ نصیب ہو جائے تو جادو سے حفاظت نصیب ہوگی۔

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرّم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشہ میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

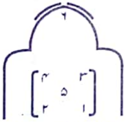

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بیان ماہانہ اجتماع

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

4-12-2011

آعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم ہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ہ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

(الرعد:11)

ارشاد باری ہے کہ اللہ کریم کسی قوم کے حالات کو تبدیل نہیں فرماتے جب تک وہ قوم اپنے آپ کو اور حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اس کے افراد اپنے کردار کو، اپنے طرز عمل کو درست نہیں کر لیتے۔ کسی نے بہت اچھا شعر کہا ہے اور ترجمے کا حق ادا کر دیا ہے کہ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

ہم جس دور میں گزر رہے ہیں اس ملک کو بنے ہوئے تقریباً پون صدی ہونے کو آئی ہے۔ اس پون صدی میں ہمارا آنے والا ہر دن پہلے سے خراب ہوتا جا رہا ہے۔ سیاسی طور پر بھی، مالی طور پر بھی، دینی طور پر بھی، کردار کے اعتبار سے بھی۔ زندگی کے کسی شعبے میں کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔ بنیادی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا یہ خوشحال ترین علاقہ تھا اور پھر جو خطہ پاکستان کے نام پر اللہ کریم نے ہمیں عطا کیا، باقی برصغیر بھی اس خطے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ سب سے زیادہ انسانی زندگی کے وسائل اس ایک خطے میں موجود ہیں بلکہ میں کہا کرتا ہوں کہ پاکستان کے گرداگرد اگر ایک ایسی دیوار بنا دی جائے کہ بیرونی دنیا سے اس کا کوئی رابطہ نہ ہو تو بھی اس میں زندگی کی ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ یہ واحد ملک ہے جو survive کر سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں موجود ہوں۔ پھر ایک اندازے کے مطابق دنیا میں کم و بیش چھپن اسلامی ریاستیں ہیں اور ان کی ایک تاریخی اور بنیادی وجہ میں عرض کر دوں کہ جتنی اسلامی ریاستیں ہیں آج بھی دنیا میں موجود ہیں۔ یہ سارے وہ علاقے ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فتح کئے۔ یہ جتنی اسلامی ریاستیں ہیں ان میں ہمارا کوئی کمال نہیں، آج کے مسلمان کا کوئی کمال نہیں، چودہ صدیاں گزرنے والے لوگوں کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ اللہ کی ایسی حکمت ہے کہ جو علاقے صحابہ کرامؓ کے عہد میں یا خلافت راشدہ کے عہد میں حلقۂ اقتدار میں آئے اور اسلامی ریاست کا حصہ بنے وہ سب ابھی تک اسلامی ریاستوں کے نام سے موجود ہیں۔ یہ صحابہ کرامؓ اور خلافت راشدہ کی برکات کا ایک پہلو ہے کہ وہ زمین اللہ کے نام سے خالی نہیں رہی۔

برصغیر میں بہت خوبصورت نظام قائم تھا۔ تعلیمی نظام

بہت اعلیٰ تھا چپے چپے پر یونیورسٹیاں تھیں۔ شاہ و گدا سب ایک یونیورسٹی میں پڑھتے تھے۔ فقیر کا بچہ اگر وہاں ہوتا تو بادشاہ کے بیٹے بھی وہیں آ کر پڑھتے تھے۔ زندگی کے ہر شعبے کے لوگ، ماہرین تعلیم، ڈاکٹر، سائنسٹ، سپاہی، مؤرخ، جرنیل، حکمران، سیاستدان سب انہیں یونیورسٹیوں سے نکل کر آتے تھے، جنہیں جامعات کہا جاتا تھا۔ اب تو ہم جہاں جمعے کی نماز پڑھیں وہاں جامع مسجد کا بورڈ لگا دیتے ہیں۔ جامعہ کا مطلب یونیورسٹی ہے۔ انگریزی لفظ یونیورسٹی کا عربی ترجمہ جامعہ ہے۔ انگریز کے آنے سے پہلے یہ جامعات خود کفیل تھیں۔ مسلمان حکمرانوں نے بڑی بڑی جاگیریں ان کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ ان کے بورڈ آف ڈائریکٹرز ہوتے تھے۔ بچوں کی تعلیم، کتابیں، کھانا پینا، اساتذہ کی رہائش، تنخواہ، اکیڈمی کی تعمیر سب اس کی آمدن سے ہوتا تھا اور آپ حیران ہوں گے کہ انگریز نے جب اس ملک پر قبضہ کیا تو جو رپورٹ لارڈ کلائیو نے برطانیہ کی پارلیمنٹ میں دی تھی اس کا اس کی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے۔ دستخط شدہ، تصدیق شدہ کاپی ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کو اور ان کی حکومت کو کمزور ہوتے اور گئے ہوئے بھی برسوں بیت چکے پھر پنجاب کے سکھوں کا اقتدار آ گیا پھر دہلی پہ مرہٹے چھا گئے یوں جگہ جگہ خانہ جنگی ہوئی اور اپنی اپنی حکومتیں بن گئیں اور وار لارڈز بن گئے۔ اس کے باوجود جب انگریز نے قبضہ کیا اور اس نے جو رپورٹ دی وہ کہتا ہے کہ میں نے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک پورے ہندوستان کا سفر کیا ہے۔ مجھے کوئی گداگر نظر نہیں آیا اور میں نے کوئی چور نہیں دیکھا۔ یعنی معاشی حالت اس ساری تباہی کے باوجود ایسی تھی کہ اس کے الفاظ میں i found no thief and no beggar کوئی چور اور کوئی گداگر میں نے نہیں دیکھا۔ آگے وہ لکھتا ہے اس پر مسلمانوں کی حکومت تھی مسلمانوں کا لٹریسی ریٹ یعنی شرح خواندگی جو ہے اس وقت وہ چوراسی پرسینٹ ہے۔ یعنی مسلمانوں میں چوراسی فیصد وہ لوگ تھے جو فاضل تھے، پڑھے لکھے تھے۔ آج ہمارے ہاں جو شرح خواندگی ہے اس میں وہ بھی شامل ہے جو نام لکھ سکتا ہے۔ اسے ہم پڑھا لکھا بنا دیتے ہیں۔ اس زمانے میں جو پوری طرح سے پڑھے لکھے مکمل تعلیم یافتہ لوگ تھے انہیں پڑھا لکھا شمار کیا جاتا تھا اور وہ چوراسی فیصد تھے جو مسلمان تھے۔ تو اس نے تجویز دی چونکہ ہم ایسی قوم پر حکومت نہیں کر سکتے تو اگر ہمیں حکومت کرنا ہے تو we have to break its backbone یہ اس کے الفاظ ہیں۔ یعنی ان کی ریڑھ کی ہڈی توڑنی ہوگی اور وہ ان کا نظام تعلیم ہے۔ اس ضمن میں وہ یہ تجویز دیتا ہے کہ ایسا نظام تعلیم متعارف کرانا ہوگا جس میں ان کی تہذیب کو گھٹیا ظاہر کیا جائے اور انگریزی تہذیب کو اعلیٰ ظاہر کیا جائے اور جب لوگ ہماری تہذیب کو اپنانا شروع کر دیں گے تو پھر ہم انہیں غلام بنا سکتے ہیں۔ اس کا وہ نسخہ اتنا کارگر ہوا کہ ہمیں آزاد ہوئے پون صدی ہوگئی ہے لیکن آج بھی ہمارا صدر مملکت خطاب فرماتا ہے تو انگریزی میں، وزیراعظم بولتا ہے تو انگریزی میں، وزیر بات کرتے ہیں تو انگریزی میں، اوپر سے لے کر نیچے تک صدر سے لے کر ایک عام تحصیلدار تک نائب تحصیلدار تک، سب کا لباس بھی انگریزی کا ہے۔ تہذیب وہی ہے یعنی اس غلامی، اس محکومی اور اس ذلت سے ہم نکل نہیں سکے۔ پاکستان بنا تو ہمیں کہا گیا کہ ہم آزاد ہو گئے لیکن یہ آزادی وہی ہے

جو سٹیشن پر بیٹھے ہوئے نجوم کے طوطے کو ملی ہوتی ہے۔ وہ پنجرے سے نکلتا ہے ایک کارڈ اٹھاتا ہے پھر خود بخود پنجرے میں چلا جاتا ہے۔ اسے کوئی بند نہیں کرتا، تالا نہیں لگاتا، آزاد ہی ہوتا ہے۔ ہم بھی اس طوطے کی طرح آزاد ہیں کہ نظام وہی ہے، عدالتی بھی، تعلیمی بھی، سیاسی بھی۔ بلکہ وہ بھی نہیں رہا اس سے بدتر ہو گیا ہے۔ یہ نظام کیوں نہیں بدلا جاتا؟ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انگریز مالک تھا اور برصغیر کے سارے لوگ اس کے غلام تھے۔ اس نے جو نظام بنایا تھا اس کا نام ہی colonial system ہے غلاموں کے لیے ایک نظام۔ اب جو لوگ انگریز کی جگہ برسر اقتدار آئے انہیں اس میں بڑا مزا آیا کہ ہم تو مالک بن گئے اور اتنی بڑی مخلوق ہماری غلام ہے ہم جو چاہے کریں۔ وہ بھلا اسے کیوں بدلیں گے۔ آپس میں لڑتے بجڑتے رہتے ہیں، ایک دوسرے کو طعنے دیتے رہتے ہیں۔ اس نظام کو دیکھ لیں جو کچھ ہو رہا ہے۔ مہنگائی ہے، لوگ مر رہے ہیں، خودکشیاں کر رہے ہیں، اولادیں بیچ رہے ہیں، دھماکے ہو رہے ہیں، قتل عام ہو رہا ہے، مساجد میں، عبادات گاہوں میں، ہر فرقے کی عبادت گاہوں میں دھماکے ہو رہے ہیں۔ اس کے باوجود جب بھی بات ہوتی ہے کہتے ہیں ہم اس نظام کو نہیں بدلنے دیں گے اس کے لئے ہم جان لگا دیں گے۔ اس نظام میں یہ خاصیت ہے کہ جو اقتدار میں آ جائے وہ مالک بن جاتا ہے اور باقی سارے اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ اس لیے اس نظام کو یہ نہیں بدلنا چاہتے۔ ووٹ کی طاقت کی بات کرتے ہیں۔ اگر ملکی آبادی جیسا کہ کہا جاتا ہے اٹھارہ کروڑ ہے تو اٹھارہ کروڑ میں اگر ایسے لوگ جو بالغ اور ووٹ دینے کے قابل ہوں گے تو زیادہ سے زیادہ دس کروڑ ہوں

گے۔ پھر دس کروڑ میں جتنے لوگ ووٹ دینے آتے ہیں، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پچھلی مرتبہ چھبیس فیصد لوگوں نے ووٹ دیئے۔ تیس فیصد نے دیئے، پچاس فیصد بھی مان لیں تو دس کروڑ کا پچاس فیصد پانچ کروڑ بنے گا۔ تو پانچ کروڑ لوگ اگر ووٹ پول کرتے ہیں تو جو اعداد و شمار سپریم کورٹ میں ثابت ہوئے وہ یہ تھا کہ چھ کروڑ چند لاکھ جعلی ووٹ تھے تو جس ملک میں ایک کروڑ دو کروڑ ووٹرز ووٹ دینے آئیں اور چھ کروڑ وہاں جعلی ووٹ ہوں تو کون سی جمہوریت اور کون سا انتخاب؟ یہاں تو الیکشن سے پہلے طے ہو جاتا ہے کہ فلاں کو اتنی سیٹیں ملیں گی، فلاں کو اتنی ملیں گی اور یہ بھی ضروری نہیں کہ یہاں ہی طے ہوتا ہو کہیں اور سے طے ہو کے آ جاتا ہے۔ آج کل جو بین الاقوامی پالیسی پاکستان کے ساتھ چل رہی ہے وہ یہی کہ نئی نئی جماعتیں پیدا کرو، نئے نئے لوگ کھڑے کرو اور ان کو تقسیم در تقسیم کرو کہ اسمبلی میں ہر پارٹی کی ایک ایک دو دو نشستیں رہ جائیں ان کی اپنی کوئی فیصلہ کن حیثیت نہ رہے۔ بہت سے لوگ خوش ہو رہے ہیں کہ ایک نئی پارٹی آ گئی لیکن یہ کوئی خوشی کی بات نہیں۔ میرا خیال ہے اگر مجھے صحیح یاد ہے رجسٹرڈ پولیٹیکل پارٹیز جو ہمارے الیکشن کمیشن کے پاس ہیں وہ ایک سو ستائیس ہیں۔ تو یہ ہم پر ایک پالیسی مسلط ہے کہ زیادہ سے زیادہ ان کی پارٹیاں بنیں زیادہ سے زیادہ یہ تقسیم در تقسیم ہوں تاکہ کسی پارٹی کی بھی فیصلہ کن حیثیت نہ ہو اور فیصلے کہیں اور سے ہو کر ان پر مسلط ہوتے رہیں۔ یہ سارے وہ حقائق ہیں جو ہمارے سامنے ہیں۔ ہر بندہ چاہتا ہے کہ ان حالات کا مقابلہ کیا جائے۔ کسی کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے کہ کیسے کیا جائے۔ میں نے یورپ، امریکہ میں مغربی

ممالک میں، پھر کے دیکھا۔ میرے سفرنامے میں بھی آپ کو یہ چیز ملے گی کہ والدین چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے نیک ہوں اچھے مسلمان ہوں، شریف آدمی بنیں لیکن خود پیتے ہیں، کلبوں میں جاتے ہیں، عیاشیاں کرتے ہیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ والدین تو موج میلہ کریں اور بچے صوفی اور نیک اور پارسا بن جائیں۔ کم و بیش ہمارا بھی یہ عالم ہے ہم کہتے ہیں ملک سدھر جائے لیکن ہم خود سدھرنا نہیں چاہتے۔ دوسروں کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں اپنی نہیں۔ اللہ کریم نے جو قانون بنایا ہے وہ یہ کہ اللہ کریم تب تمہارے حالات بدلیں گے جب تم اپنے آپ کو بدلو گے حَتّٰی يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ تمہارے اندر جو کچھ ہے تمہارے بس میں جو کچھ ہے جو کچھ تم کر سکتے ہو جب اس میں تم بہتری لاؤ گے اللہ تمہارے حالات میں بہتری لے آئیں گے۔ اور یہ ایک بڑا عجیب طوفان ہمارے ملک میں آیا ہوا ہے کہ پوری قوم کی اصلاح کر دو۔ ہر جماعت یہ دعویٰ لیے کھڑی ہے کہ ہم یہ کر دیں گے ہم وہ کر دیں گے۔ مجھے یاد ہے جنرل ضیاء الحق مرحوم نے اللہ ان پر رحم فرمائے جب ریفرنڈم کرایا تھا اس میں دو باتیں رکھی تھیں۔ کیا آپ نفاذ اسلام چاہتے ہیں؟ ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔ یس (yes) اور نو (no) میں جواب دیں اور اگر آپ کا جواب یس (yes) میں ہوگا تو اس کا مطلب یہ ہوگا مجھے اسلام نافذ کرنے کے لیے پانچ سال اور موقع مل جائے گا۔ میں حکمران رہوں گا اور پانچ سال میں اسلام نافذ کردوں گا۔ تو بھلا کون سا مسلمان تھا جو (no) کہتا یا کہتا کہ ہمیں نفاذ اسلام نہیں چاہئیے۔ مجھے ان کی تقریر یاد ہے بعد میں فرمانے لگے کہ بھئی دو کاموں کا وعدہ تھا اسلام نافذ کریں گے اور مجھے پانچ سال مل جائیں گے۔ ایک کام تو ہو گیا ففٹی پرسینٹ کام تو ہو گیا مجھے پانچ سال مل گئے اور نفاذ اسلام والا، میں معافی چاہتا ہوں وہ نہیں ہو سکا۔ یعنی آپ نے جس کے لیے ووٹ دیئے تھے آدھا کام ففٹی پرسینٹ ہو گیا۔ تو میرے بھائی یہاں جب تک ہم خود کو نہیں بدلیں گے یہ امید رکھیں گے کہ اوپر سے کوئی تبدیلی آ جائے تو اللہ تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ کوئی نیک بندہ بھیج دے وہ تبدیلی لا دے تو یہ ایک معجزانہ بات ہوگی۔ یہ معمول کا کام نہیں ہوگا اللہ کی طرف سے ایک معجزہ ہوگا وہ قادر ہے کر سکتا ہے۔ اس قوم کا عالم تو یہی ہے کہ کوئی ایک بندہ نیک آ جائے تو سارے اس قالب میں ڈھل جائیں گے۔ اللہ کرے ایسا ہو۔ یہ آسان طریقہ ہے۔ لیکن اس کی امید پر ہم بری نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ اصلاحِ احوال کے جتنے طریقے ہیں قرآن حکیم پڑھو، حدیث شریف پڑھو، تاریخ اسلام کا مطالعہ کرو، اپنے کردار کو ان ہستیوں کے کردار کے مقابلے میں جانچو، اتباع رسالت اختیار کرو اور صحابہ کرامؓ کا اتباع اختیار کرو نیک لوگوں کی پیروی اختیار کرو۔ یہ سارے طریقے اصلاحِ احوال کے ہیں لیکن ان سب کی جان ذکر الٰہی ہے۔ فرد کے اندر، اس کے دل میں جب نور الٰہی آتا ہے تو اس کی روشنی اس کے اعضاء و جوارح میں بھی جاتی ہے اس کے دماغ میں بھی جاتی ہے اس کی زبان میں بھی جاتی ہے اور وہ مثبت تبدیلی لاتی ہے۔ آپ ایک پودا لگاتے ہیں یا فصل لگاتے ہیں تو اسے زمین پر چھوڑ دیتے ہیں جیسی اس زمین میں زرخیزی ہے اتنا وہ اچھا ہو جاتا ہے لیکن اگر آپ اسے کھاد بھی دیتے ہیں تو بہت اچھا ہو جاتا ہے پھر اگر پانی بھی دیتے ہیں تو وہ اور بھی اچھا ہو جاتا ہے اسی طرح انسانی کردار کو ماحول پر

چھوڑ دینا ایسا ہی ہے جیسا ویرانے میں کوئی پودا لگا دیا یا کوئی بیج ڈال دیا۔ ذکر الٰہی اسے پانی اور کھاد دینے کے مترادف ہے کہ وہ نیکی پھلتی پھولتی اور بار آور ہوتی ہے۔ تو اس تبدیلی کا سب سے مؤثر ذریعہ ذکر الٰہی اور مشائخ کی توجہ اور انوارات الٰہی اور برکات رسالت کا سینے میں ہونا ہے۔ پھر اگر خدانخواستہ کسی کی اس سے بھی اصلاح نہ ہو۔ خیر! یہ ناممکن ہے ہر بندے کی اصلاح ہوتی ہے ہمیں نظر آئے یا نہ آئے کسی کی اصلاح یہ ہوتی ہے کہ وہ بالکل نیک ہو جاتا ہے کوئی مکمل نیک نہیں ہوتا لیکن کسی حد تک برائی سے بچ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک بندہ دن میں سو گناہ کرتا تھا پھر وہ ننانوے پر آ گیا تو یہ بھی ایک اصلاح کی صورت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب اتنی قوت والا اللہ کا ذکر ہے تو پھر سو فیصد تبدیل کیوں نہ ہوں جبکہ یہ آخری نسخہ ہے۔ اس کے بعد پھر تبدیلی کا کوئی نسخہ نہیں ہے۔ تو ہمیں سب سے پہلے اپنی ذات کا جائزہ لینا چاہیے۔ دوسروں کا معائنہ کرنے کی بجائے کہ وہ کتنا بدلا اپنی ذات کا اندازہ کرنا چاہیے کہ مجھ میں کتنی مثبت تبدیلی آئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کو اپنے تک محدود نہ رکھیں جہاں تک آپ کا حلقۂ اثر ہے، جہاں تک کوئی آپ کی بات سنتا ہے، اس نیکی کو آگے پھیلائیں یہ سب مسلمانوں کا حق ہے۔ اور آج کے دور میں تو من حیث القوم سارے مریض ہیں اور مریض کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ مرض اس کے منہ کا ذائقہ بدل دیتا ہے اسے آپ دودھ میں شہد ڈال کر بھی دیں تو وہ کہتا ہے کڑوا ہے مجھے کڑوا لگتا ہے۔ دودھ کڑوا نہیں ہوتا اس کی زبان کا ذائقہ بدل چکا ہوتا ہے۔ آج قوم کو اللہ اللہ بھی بتائیں تو انہیں وہ کڑوا لگتا ہے انہیں پسند نہیں آتا یہ ایک بیماری کی دلیل ہے۔ لیکن مریض کو اگر دوا کڑوی لگے تو پھر اسے دوا نہ دی جائے ہم اسے تو دوا دیتے ہیں اور جوں جوں اللہ اسے صحت دیتا ہے تو پھر ان چیزوں کا ذائقہ بھی درست لگنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ اللہ کی بات کریں تو لوگ بھاگتے ہیں، بدکتے ہیں۔ لوگوں کا عجیب عالم ہے آپ دیکھیں گے کہیں عرس ہو رہا ہے کہیں کسی خانقاہ پہ اجتماع ہو رہا ہے لوگ جوق در جوق آ جاتے ہیں۔ کیا یہ تبدیلی کے لئے آتے ہیں، دین سیکھنے کے لئے آتے ہیں، اللہ اللہ کے لیے آتے ہیں؟ نہیں۔ ایک خانقاہی نظام جو اصلاح احوال کے لیے تھا یہاں بھی لوگ دنیا کی طلب کے لیے آتے ہیں۔ طبقات الکبری ابن سعد پہلی جلد میں لکھتے ہیں کہ مشرکین مکہ جب حضرت ابوطالب کے پاس حاضر ہوئے تو دو باتیں انہوں نے کیں۔ پہلی بات تو ایک نوجوان ساتھ لائے خوبصورت نو عمر لڑکا تھا کہ یہ بچہ آپ رکھ لیں اور اپنا بھتیجا ہمیں دے دیں ہم اسے قتل کر دیں۔ وہ ہنسے۔ انہوں نے کہا کیا خوب! تمہارے بیٹے کو تو میں پالوں پوسوں اور میرے بیٹے کو تم لے جا کر قتل کر دو۔ یہ تم نے سوچا کیسے؟ یہ تمہیں کیسے عقل آئی کہ میرے بیٹے کو تم قتل کر دو اور تمہارے بیٹے کی میں پرورش کروں۔ کہنے لگا آپ کو یہ نہیں منظور تو پھر ایک اور بات کریں۔ بات یہ ہے کہ آپ کا بھتیجا (حضور ﷺ کے بارے کہا) کہتا ہے اللہ مالک ہے، اللہ ایک ہے، اللہ پالتا ہے، اللہ پیدا کرتا ہے، اللہ مارتا ہے یہ ساری باتیں ہم مانتے ہیں ہمیں پتہ ہے اللہ واحد ہے، اللہ پیدا کرتا ہے، اللہ موت دیتا ہے، اللہ رزق دیتا ہے، اللہ زندہ رکھتا ہے یہ ہم بھی مانتے ہیں۔ جھگڑا پھر کس بات کا ہے؟ انہوں نے کہا جھگڑا یہ ہے کہ ہمارے یہ جو بت ہیں یہ بڑے بڑے نامور اور نیک لوگوں کے اور نبیوں اور ولیوں

کے ہیں اوران کی پوجا ہم اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک ہماری سفارش کرتے ہیں اور اللہ سے ہمیں زندگی لے کے دیتے ہیں، دولت لے کے دیتے ہیں، ہمارے کام کرواتے ہیں اوران کو ہم چھوڑ دیں تو ہماری اللہ کیا سنے گا ہم تو گئے گزرے لوگ ہیں، ہماری وہاں تک رسائی کیسے ہو؟ تو جھگڑا صرف یہ ہے کہ یہ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں۔ تو یہ بتوں کے بغیر اللہ کی پوجا کرتے رہیں ہم اپنے بتوں کی پوجا کرتے رہیں۔ وہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرتے ہیں تو ہم انہیں نہیں چھیڑیں گے یہ ہمیں نہ چھیڑیں۔ تو ابوطالب نے بھی یہ فرمایا کہ بھئی بات تو ان کی معقول ہے تو اب اس بات پہ تو کم ازکم ان کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے تو حضوراکرم ﷺ نے اس سب کی تردید فرمائی اور قرآن کریم کی تلاوت فرما کے فرمایا کہ میں تو وہ کہوں گا جو مجھ پر میرا اللہ نازل فرمائے گا۔ اللہ کریم اگر ان بتوں کو رد کر رہا ہے تو میں ان کو رد کروں گا اگر اللہ کریم انہیں جھوٹا کہے گا تو میں انہیں جھوٹا کہوں گا چونکہ میں وہ کہوں گا جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔ آج کم وبیش ہم اسی اہل مکہ والے عقیدے پر آ گئے ہیں اور جو مزارات یا جو خانقاہیں نیکی کا منبع تھیں وہاں سے ہم نیکی لینے نہیں جاتے، صحیح عقائد سیکھنے نہیں جاتے، کوئی تبدیلی لینے نہیں جاتے، بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں یہ ہمیں اللہ سے دنیاوی چیزیں لے کر دیتے ہیں۔ تو اس عالم میں اور زیادہ مجاہدے کی ضرورت ہے، محنت کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت سے نکال کر صحیح راستے پہ لایا جائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ بندہ پہلے خود صحیح راستے پہ چلے، اس کو سمجھے، اس پر اس کا یقین کامل ہو۔ جس بات میں بندے کو خود تردد ہو دوسرے کو قائل نہیں کر سکتا۔ تو

میرے بھائی سب سے پہلے تو اپنے اسباق میں بہت زیادہ محنت کریں۔ جتنا زیادہ وقت ہو سکے لطائف پر خرچ کریں۔ ساتھی لطائف بہت کم کرتے ہیں جو کچھ تھوڑے بہت ساتھی کرتے ہیں پھر وہ مراقبات بہت تھوڑے وقت کرتے ہیں اور میں نے یہ دیکھا ہے مجھے اتفاق ہوا ہے بعض اوقات ساتھیوں کو برزخ میں دیکھنے کا تو وہاں ان کو وہ قوت پرواز نصیب نہیں ہوتی۔ ایک بات یاد رکھیں بڑے سے بڑا عالم بڑے سے بڑا نیک، بڑے سے بڑا بزرگ، شہید برزخ میں اپنے مقام پر رہتا ہے۔ اپنے مقام کو چھوڑ کر کہیں آ جا نہیں سکتا سوائے اس آدمی کے جس کی روح نے دنیا میں قوت پرواز حاصل کر لی ہو۔ یہ صرف صوفیاء کی ارواح ہوتی ہیں کہ جو برزخ میں بھی سفر کر سکتی ہیں، آ جا سکتی ہیں۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں جاتی ہیں اپنی منازل پہ جاتی ہیں۔ اگر دنیا میں بھی چاہیں تو آ جا سکتی ہیں ان میں قوت پرواز ہوتی ہے۔ تو میں نے اچھے بھلے ساتھیوں کو برزخ میں دیکھا ہے کہ ان میں وہ قوت پرواز نہیں جو ہونی چاہیے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ زندگی میں مراقبات پہ وقت کم لگاتے ہیں وہ قوت حاصل نہیں ہوتی۔ خانہ پری نہ کیجئے، لطائف کی بھی خانہ پری نہ کیجئے کہ یہ بنیاد ہیں اور مراقبات پہ جتنا وقت ملے لگائیے اس چیز نے ہی کام آنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا میں تبدیلی لانے کا جو آپ سوچتے ہیں اس کے لیے آپ کے اندر ایک قوت ہونی چاہیے۔ حالات کی پرواہ نہ کریں حالات کیسے ہیں، حالات جاری رہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو اور آپ ﷺ کے غلاموں کو آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ کو عورتوں بچوں سمیت شعب ابی طالب میں بند کر دیا گیا اور تین سال تک پوری قوم نے مقاطعہ رکھا۔ بچوں کے

رونے اور بھوک سے بلبلانے کی آوازیں وادی سے باہر سنائی دیتیں تھیں اور پرانے چمڑے جلا کر ان کی خاک پھانک کر پانی پی کر صحابہ کرام ؓ نے گزارہ کیا۔ لیکن تین سال کوئی شخص حرف شکایت زبان پر نہیں لایا کہ یا اللہ کافروں کو برباد کر دے اللہ انہیں اجاڑ دے، ایسا کوئی نہیں ملتا۔ نبی کریم ﷺ سے کسی نے عرض نہیں کیا کہ ان کے لیے بددعا فرمادیں اس امید پہ رہے کہ تنگی کے دن بھی گزر جائیں گے آخر توحید باری کا نعرہ غالب آئے گا۔ یہ کون سی کیفیت ہے؟ یہ اپنے ایمان کی طاقت ہے۔ ان کے اندر یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے تین سال بعد وہ ختم ہو گیا۔ یہ مکہ مکرمہ میں قیام کے آخری سالوں میں تھا۔ ایک دو سال حضور ﷺ رہے پھر ہجرت ہو گئی اور اس کے بعد اسلامی ریاست بن گئی اور پھر وہی لوگ اسی شہر مکہ کے فاتح کہلائے۔ حرم کو بتوں سے پاک کر دیا اور شہر کو بت پرستوں سے پاک کر دیا۔ اگر آپ حق پر ہیں تو ناامیدی کی کوئی وجہ نہیں جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کو حکم ہوا کہ کفار سے کہہ دیں، ہمارے لیے دو بھلائوں میں سے ایک ہے یا تم پر فاتح پائیں گے یا شہید ہو جائیں گے۔ دونوں میں ہماری بھلائی ہے اور تمہارے لیے سوائے بربادی کے کچھ بھی نہیں ہے۔ تو مومن کے لیے دنیا کی کامیابی یا آخرت کی کامیابی دونوں میں سے ایک تو فوری مل جاتی ہے۔ شہید ہو گیا تو دونوں جہانوں میں کامیاب ہو گیا فاتح ہو گیا تو دنیا میں ہی کامیابی پالی۔ تو میرے بھائی اس کے لیے پہلے اپنے آپ میں تبدیلی لائیں، سیکھیں اور سکھائیں، محنت سے حاصل کریں اور اسے بانٹیں۔ اللہ آپ کی کوشش قبول کرے اور آپ کو مثبت تبدیلی لانے کا سبب بنادے۔ وہ قادر ہے کہ کسی کو بھی بھلائی کا سبب بنادے۔ آپ اگر خلوص دل سے محنت کریں گے تو اس وقت جو جماعت متقدمین سے وابستہ ہے، جو جماعت مشائخ عظام سے وابستہ ہے، جو جماعت نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے وابستہ ہے اس طاقت سے وابستہ ہے اس کی مثال اس وقت دنیا میں آپ لوگوں کے علاوہ کوئی دوسری نہیں۔ اور بھی سلاسل ہیں، جماعتیں بھی ہیں، ذکر بھی لوگ کرتے ہیں لیکن جو قرب، جو مقام، جو حیثیت اس وقت نقشبندیہ اویسیہ کو نصیب ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ تو یہ بہت مبارک بات ہے لیکن اتنی ہی اہم بھی ہے۔ اتنی ہی آپ کی ذمہ داری بھی بڑھ جاتی ہے کہ آپ اس کے لیے اتنی ہی محنت، اتنا مجاہدہ کریں کہ اس کا حق ادا کریں۔ آپ پاکستان کی بات کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں جو حیثیت دنیا میں آپ کو اس وقت بارگاہ رسالت ﷺ میں ہے اور مشائخ سے اور متقدمین سے رابطے کی ہے اس کے لیے ہم پر اس وقت فرض عائد ہوتا ہے کہ آپ دنیا میں مثبت تبدیلی کا سوچیں۔ روئے زمین پر ایک مثبت، ایک عدل پسند، ایک انصاف پسند معاشرہ، انصاف سے بھرپور معاشرہ قائم کرنے کی سوچیں چونکہ آپ کو وہ کیفیت بہت زیادہ حاصل ہے جو آپ کو اس بات کو سوچنے کا مکلف بنا دیتی ہے۔ چہ جائیکہ ملک میں بھی انصاف نہ ہو۔ میرے بھائی یہ تب ہوگا جب آپ اپنے اندر اس چیز کو سموئیں گے۔ آپ کی اپنی فکر میں، سوچوں میں، افکار میں تبدیلی آئے گی تو تب باہر بھی تبدیلی آئے گی۔ میری دعا ہے اللہ تمام احباب کو محنت کی توفیق بھی دے سب کی محنت قبول بھی فرمائے اور اس جماعت کو مثبت تبدیلی کا سبب بنائے۔ یہ تاریخی تبدیلی ہوگی اور اس کے لیے آپ کو بہت زیادہ محنت کرنی چاہیے۔

آپ دیکھتے ہیں لوگ سیاسی رتبہ حاصل کرنے کے لیے کتنی کتنی محنت کرتے ہیں۔ رات دن سفر کرتے ہیں، تگ و دو کرتے ہیں، پیسہ خرچ کرتے ہیں، اپنا وقت لگاتے ہیں۔ لوگ چھوٹے چھوٹے مفاد کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں۔ آپ دنیا میں ایک تبدیلی لانا چاہتے ہیں تو پھر ہر ساتھی خود اپنی محنت کو دیکھے کہ میں محنت کیا کر رہا ہوں اور کرنا کیا چاہتا ہوں؟ مجھ پہ نہ چھوڑیں، کسی دوسرے پہ نہ چھوڑیں کہ وہ آپ کو جانچیں۔ آپ اپنے جج خود بن جائیں اور خود اندازہ کرلیں کہ میں کیا کر رہا ہوں اور اس کے نتائج کہاں تک فیصلہ کن ہوسکتے ہیں اور کہاں تک اثر انداز ہوسکتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں الحمدللہ یہ واحد جماعت ہے کہ یہاں دارالعرفان میں جب رات کو ذکر ہوتا ہے تو جاپان کے مغربی ساحلوں سے امریکہ تک اور چین سے افریقہ کہیں کوئی نہ کوئی اس میں شامل ہوتا ہے۔ یعنی تاریخ تصوف میں یہ پہلی بار ہے کہ اس طرح کے سائنسی آلات آ گئے، کمپیوٹرز کی دنیا آ گئی اور اسے اس طرح استعمال کیا جا رہا ہے کہ ایک وقت میں روئے زمین پر تھوڑے سہی لیکن ہوتے روئے زمین پر ہیں۔ تو اگر اللہ نے اتنی رسائی دی ہے تو پھر ہم روئے زمین پر تبدیلی لانے کے مکلف بھی ہیں۔ وہ ہوگی یا نہیں ہوگی یہ اللہ کا کام ہے۔ ہماری زندگی، ہماری محنت، ہمارا مجاہدہ اس میں صرف ہونا چاہیے۔ اور پھر اگر ہم اپنے آپ میں بھی مثبت تبدیلی نہ لا سکیں تو ہم باہر کیا کریں گے۔ تو میرے بھائی اللہ کے اس ارشاد عالی کے مطابق اپنے آپ میں تبدیلی لایئے خود کو منظم کیجئے، ایک دوسرے کے کام آیئے، بھلائی کو معاشرے میں پھیلایئے، برائی سے لوگوں کو بچنے کی تلقین کیجئے اور اپنی پوری محنت کیجئے۔ اس بات کو چھوڑ دیجئے کہ کون اچھا ہے کون برا ہے۔ یہ میرا اور آپ کا کام نہیں ہے سب نے اللہ کے حضور جانا ہے اس نے فیصلہ کرنا ہے کون اچھا ہے کون برا ہے۔ ہمیں لوگوں تک اللہ کریم کا پیغام پہنچانا ہے۔ خود اسے اوڑھنا بچھونا بنانا ہے اور دوسروں تک پہنچانا ہے اور میری دعا ہے کہ اللہ کریم آپ کو اس میں کامیاب کرے۔

ساتھیوں نے تجویز کی کہ اپنا ٹی وی چینل شروع کریں تو میرا خیال ہے کہ وہ تو کروڑوں کا منصوبہ ہے اور ہماری حیثیت یہ ہے کہ مسجد کی توسیع کے لیے جو منصوبہ بنا ہے ایک ہال، اس ہال کے اوپر اور ایک اسی کے ساتھ دو ہال بن جائیں ان کا estimate جو مجھے کل کرنل حامد بتا رہے تھے اس کا estimate چار کروڑ کے قریب یا شائد کچھ اوپر نکل جائے کہ یہاں ہر روز کا نیا estimate ہوتا ہے۔ تیل کی قیمتیں بڑھتی ہیں، سیمنٹ کی قیمتیں بڑھتی ہیں، سارے میٹریل کی دن بدن بڑھتی ہیں تو ہمارے پاس اس وقت تک جو فنڈز نقدی کی صورت میں ہیں وہ ڈیڑھ کروڑ ہیں۔ ابھی بہت فاصلہ ہے اس بات میں کہ جو ہم مسجد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اس کو پورا کر سکیں تو چینل بنانا تو اس میں اور کئی کروڑ لگتے ہیں۔ تو اس کے لیے گزارش ہے کہ یا تو کوشش کریں یہ دونوں منزلیں ایک ہی بار بن جائیں یا پھر آدھا چھوڑ دیتے ہیں ایک ہی منزل بنا دیتے ہیں۔ دو میں سے ایک تو کرنا پڑے گا۔ تو اللہ توکل شروع کرتے ہیں دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔ اللہ مالک ہے اللہ کارساز ہے، اللہ کریم مہربانی فرمائے گا۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

چراغ مصطفوی ﷺ

حافظ عبدالرزاق صاحب رحمتہ اللہ علیہ

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ أَنَّهُ نَهٰی عَنِ الْغِنَاءِ وَالْاِ سْتِمَاعِ اِلَى الْغِنَاءِ وَنَهٰی عَنِ النَّمِیْمَةِ وَالْاِ سْتِمَاعِ اِلَى النَّمِیْمَةِ (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے گانے اور گانا سننے سے منع فرمایا ہے اسی طرح چغلی کھانے اور چغلی سننے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: حقیقی محسن اور مربی وہ ہوتا ہے جس کے دل میں دوسروں کے لیے خیر خواہی کے جذبات اس شدت سے موجود ہوں کہ مصیبت کسی پر آئے چوٹ اس کے دل پر پڑے۔ اور ہر نقصان دہ کام سے روکنا اور ہر مفید کام کی ترغیب دینا اس کا وظیفۂ حیات ہو۔ نبی کریم ﷺ کا بنی نوع انسان سے بالعموم اور اہل ایمان سے بالخصوص جو خیر خواہی کا تعلق ہے اس کی شہادت رب العالمین نے اس انداز میں دی کہ یہ دو خصوصیتیں ابھر کے سامنے آ گئیں ارشاد باری ہے۔

عَزِیْزٌ ''عَلَیْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِیْصٌ'' عَلَیْكُمْ

حضور اکرم ﷺ کی اس خیر خواہی کا ثبوت آپ کے ہر ارشاد میں موجود ملتا ہے۔ حدیث بالا میں حضور اکرم ﷺ کی طرف سے چار باتوں کی ممانعت کا حکم پایا جاتا ہے۔

ا۔گانا گانے کی ممانعت: یہ شغل یا عادت نہ تو کوئی تعمیری کام ہے نہ انسانیت کی ارتقاء کے لیے کوئی مثبت خدمت ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کے حق میں جو کہا جا سکتا ہے وہ صرف یہی ہے کہ دل کو خوش کرنے، شوق پورا کرنے اور دفع الوقتی کا ایک ذریعہ ہے۔

مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب رنگین اور خوبصورت کیپسول ہیں جن کے اندر وہ زہر بھرا ہوا ہے جس تک لوگوں کی نظر نہیں پہنچتی۔ دراصل یہ دل کو خوش کرنے کا نہیں بلکہ دل کو پریشان کرنے اور بے چین کرنے کا ذریعہ ہے یہ دفع الوقتی نہیں بلکہ تضیع اوقات کی ایک صورت ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے اس مہلک مشغلے سے منع فرمایا ہے۔

۲۔گانا سننے کی ممانعت: گانا سننے کی لت عملی قوتوں کو بے کار کر دینے کا ایک سبب ہے۔ بے راہ روی، عیاشی اور آوارگی اس عادت کے لازمی نتائج ہیں۔ نبی امی ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے جس تباہی سے انسانیت کو خبردار کیا تھا آج تہذیبی ترقی اور عملی ریسرچ کے بعد انسان اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ چنانچہ واشنا کے ایک ماہر امراض نسوانی ڈاکٹر برنارڈاے بانر لکھتے ہیں۔

''ساز، گانے کے بغیر بھی مرد اور عورت کے قلبی سکون کو جس طرح غارت کرتا ہے اس کا عام لوگوں کو بہت کم احساس ہوتا ہے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ساز سے انسان کے حسی جذبات میں تلاطم برپا ہو جاتا ہے۔ خاص طور پر ان کے منفی میلانات میں تو شدید طوفان اٹھنے لگتے ہیں۔ ساز اور گانے کا اثر

صنف نازک پر زیادہ تیز، شدید اور دیرپا ہوتا ہے۔"

پھر گانے کی ہلاکت آفرینیاں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"گانا عورت کے اندر عشق کے جذبات کو بڑھاتا ہے، بہت سے اچھے گھرانے کی عورتیں جو کبھی عزت واحترام سے اپنے خاندان میں مسرت کی زندگی بسر کررہی تھیں انہوں نے گویوں کے عشق میں اپنے خاوندوں اور اولاد کو خیرباد کہہ دیا ہے۔"

(Woman+Love)

گانا گانے اور گانا سننے کے اثرات جو انسان کی شخصی سیرت پر، انسانی اخلاق پر، انسانی معاشرے پر اور انسانی تہذیب پر پڑتے ہیں یہ وہ زہر ہے جو زبان کے ذریعے، کانوں کے رستے دل تک پہنچایا جاتا ہے جس سے لازماً انسانیت کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے انسانی سیرت پر گانے کے اثرات کا بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ: "گانا، انسان کے دل میں نفاق کو اس طرح پروان چڑھاتا ہے، جیسے پانی سبزی کو نشوونما دیتا ہے۔" اور منافق وہ ننگ انسانیت وجود ہوتا ہے جسے کسی سوسائٹی میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور جس کے ابدی ٹھکانے کے لئے رب العالمین نے جہنم کا سب سے نیچے کا حصہ تیار کر رکھا ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّار۔

(النساء:145)

۳۔ چغلی کھانے کی ممانعت: چغلی کھانا ایک ایسی اخلاقی بیماری ہے جو کئی بیماریوں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً

(1) اخلاقی جرأت کا فقدان: انسان جس کی چغلی کھاتا ہے اس کے منہ پر اس کی کمزوری یا برائی بیان کرنے کی جرأت نہیں رکھتا اس لئے دوسروں کے سامنے چغلی کھاتا ہے۔

(2) دوسروں کی تحقیر: کسی کی چغلی کھانے سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ جس کے سامنے چغلی کھائی جارہی ہے اگر قوت یا اثر کا مالک ہے تو اسے ذلیل ورسوا کرے گا اور اگر ایسا نہیں تو کم از کم اسے برا اور حقیر تو سمجھے گا جس کی چغلی کھائی جارہی ہے۔

(3) بدخواہی: اگر چغلی کھانے والے کے دل میں خیرخواہی کا جذبہ موجود ہوتا تو اس کی اصلاح کے لئے نہایت دلسوزی سے خود اس کے سامنے اس کی کمزوری بیان کرتا۔ ظاہر ہے کہ جذبہ سرے سے مفقود ہے۔

(4) دروغ گوئی: چغلی کھانے والا اس امر کا اہتمام کرتا ہے کہ اپنی بات کو وزن دار بنانے کے لیے بات کو بڑھا چڑھا کے مرچ مسالہ لگا کے بیان کرے اور اس غرض کو پورا کرنے کے لیے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

(5) مجرمانہ ذہنیت: چغلی کھانے والے کو اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر میری بات تسلیم نہ کی گئی تو مجھے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اس لئے وہ انتہائی طور پر کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو معصوم ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی رنگ آمیزی سے کام لے۔ غرض چغلی کھانے کی عادت وہ بیماری ہے جس کی ذیلی بیماریوں کو شمار ہی نہیں کیا جاسکتا۔

(6) چغلی سننا: یہ عادت انسانیت کے لیے دودھاری تلوار ہے اس کا ایک رخ چغلی کھانے والے کی طرف ہوتا ہے۔ وہ یوں کہ اگر

چغلی سننے والا خاموشی سے اور شوق سے سنتا ہے تو گویا چغلی کھانے والے کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اور یہ حوصلہ افزائی کیا ہے اسے جھوٹ بولنے، دوسروں کی تحقیر کرنے، بدخواہی کرنے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی ہے اور چغلی کھانے والے کی سیرت کو مستقل طور پر بگاڑنے کا عمل ہے۔ اگر وہ شخص اس بیماری کا علاج کرنا چاہے تو اس کی آسان صورت یہ ہے کہ چغلی کھانے والے کو کہے میں یہ غیبت سننے کے لیے تیار نہیں۔ ہاں فریق ثانی کو بلواتا ہوں تم اس کے سامنے وہ سب باتیں کر دینا جواب کرنا چاہتے ہو۔ یہ ایسا حربہ ہے کہ کسی کو چغلی کھانے کی جرأت ہی نہیں ہوسکتی مگر جب چغلی سننا پر لطف مشغلہ بن جائے۔ چغلی کھانے والے کو خاموش رہنے کی تلقین کون کرے اور کیوں کرے اس کا دوسرا رخ خود اس کی ذات کی طرف ہوتا ہے جو بڑے مزے سے چغلی سن رہا ہے۔ اس کا اپنا نقصان یوں ہو رہا ہے کہ وہ غیبت سننے کے گناہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ پھر بغیر ثبوت کے اپنے ایک بے گناہ مسلمان بھائی کے خلاف اپنے دل میں نفرت کے جذبات پیدا کر رہا ہے یہی جذبات رفتہ رفتہ مستقل دشمنی کی صورت اختیار کر سکتے ہیں۔ کم سے کم نقصان یہ ہوتا ہے کہ چغلی سننے والے کے دل میں اس غائب بھائی کو حقیر، ذلیل اور برا سمجھنے کا یقین پیدا ہونے لگتا ہے۔ چغلی کھانا بلاشبہ بری عادت ہے مگر چغلی سننا اس سے بھی برا ہے کہ اس سے چغلی کھانے کی عادت کو شہہ ملتی ہے، اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے کا ایک مستقل معمول بن جاتا ہے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ معیار خیر و شر بدل جاتا ہے برائی کو خوبی سمجھا جانے لگتا ہے اور خوبی برائی شمار ہونے لگتی ہے۔ منافق، جھوٹے اور مجرمانہ ذہنیت کے افراد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جس اہتمام سے ان امور کی وضاحت فرمائی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہاں اور جب حضور اکرم ﷺ کے اس حکم کی مخالفت کی جائے گی وہاں بگاڑ پیدا ہونا یقینی ہے اور حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی اور مخالفت کا وبال اس پر مستزاد ہے۔

عَنْ اَنَسٍ وَّ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ: مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِیْبَةٍ (کنز العمال ۷:۲۳۲)

ترجمہ: دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی گئی ہے۔ ایک تو خوشی کے موقعہ پر باجے گاجے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقع پر آہ و بکا اور نوحہ کی آواز۔

تشریح: لعنت کوئی معمولی اور بے ضرر سا لفظ نہیں بلکہ لعنت کا مستحق ہونا انسان کی تباہی اور بربادی کا وہ آخری درجہ ہے جس کے بعد کسی اور تباہی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لعنت کا مفہوم ہے اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی۔ رحمت سے دوری کا مطلب اس کے غضب کی لپیٹ میں آ جانے کے سوا کیا ہوسکتا ہے اور اللہ کے غضب کی لپیٹ میں آنا انسان کی پرلے درجے کی بدبختی ہے۔ پھر اس لعنت یا رحمت سے دوری کے بھی دو محل ہیں۔ اول دنیا، دوم آخرت۔ دنیا کی محرومی اور مصیبت دنیا ہی کی طرح عارضی اور فانی ہے۔ مگر آخرت کی محرومی ابدی اور دائمی ہے لہٰذا اس شخص سے زیادہ بدنصیب اور بدبخت کون ہوسکتا ہے جو آخرت میں اللہ کی رحمت سے دور رکھا جائے اور اس کے غضب کی لپیٹ میں آ جائے۔

اس حدیث پاک میں حضور اکرم ﷺ نے جو اسلوب بیان اختیار فرمایا اس سے اس بات کی اہمیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ پہلے حضور ﷺ نے تنبیہ فرمائی بہت بڑے خطرے سے آگاہ فرمایا اور چوکنا کر دیا۔ پھر وہ بات بتائی جس کا نتیجہ وہ ہوگا جو پہلے بیان ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ کام کتنا خطرناک ہے جس کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں لعنت، اللہ کی رحمت سے دوری اور اس کے غضب کی لپیٹ میں آجانا ہے۔

پھر فرمایا وہ ملعون بنانے والے دو کام ہیں۔ اول خوشی کے موقع پر ساز گانے کی آواز، دوم، مصیبت کے وقت آہ و بکا اور نوحہ کی آواز۔ سبحان اللہ! دو جملوں میں معانی کی دنیا سمو کے رکھ دی۔ انسان پر دو ہی حالتیں آیا کرتی ہیں۔ خوشی اور غم۔ گو یہ دونوں حالتیں فطری ہیں مگر ان حالتوں میں انسان کا جو ردِ عمل ہوتا ہے نتائج کی ذمہ داری اس پر ہوتی ہے۔ چاہے وہ ردِ عمل اختیار کرے جس کی وجہ سے ملعون قرار پائے، چاہے وہ صورت اختیار کرے کہ اللہ کی رحمتوں کا مستحق بن جائے۔ اس میں انسان کو آزادی ہے۔

ان دونوں حالتوں میں ردِ عمل کی مذکورہ بالا دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ تو حضور اکرم ﷺ نے وہ صورت بیان فرما دی جو انسان کو ملعون بنا دیتی ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے زہر کی نشاندہی فرما دی اور انسانی ردِ عمل کے میدان کو اتنی وسعت دے دی کہ صرف یہ زہر ہے باقی سب مباح۔ مگر زہر کے متعلق بھی تو دو رویے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کسی جذبے کے تحت زہر کھا لیا، پھر گئے تریاق کی تلاش کرنے۔ دوسرا یہ کہ زہر کے قریب ہی نہ گئے۔ اب تریاق کی تلاش کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ زہر نہ کھانا ہی تریاق ہے۔ ظاہر ہے کہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی یہ دوسرا رویہ ہی اختیار کرے۔ اب ان دو امور کی نشاندہی فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ انسان کو دنیا میں اور آخرت میں ملعون بنانے والی چیزیں یہ ہیں۔

(۱) خوشی کے موقع پر ساز گانے کی آواز، ظاہر ہے کہ ساز گانے کی آواز خود بخود تو پیدا نہیں ہوا کرتی بلکہ کوئی انسان یہ آواز پیدا کرنے کی حماقت کیا کرتا ہے معلوم ہوا کہ ملعون وہ انسان ہے جو ساز گانے کا شغل کرے۔ اس کی ہلاکت آفرینیوں کا کچھ تذکرہ اس سے پہلی حدیث میں بیان ہو چکا ہے۔

انسان کے ملعون بننے کا دوسرا موقعہ غم اور مصیبت کا وقت ہے، ایسے وقت انسان کا ردِ عمل اگر یہ ہو کہ وہ آہ و بکا اور نوحہ کرنے لگے تو وہ واقعی لعنت کا مستحق بن گیا کیونکہ آہ و بکا اور نوحہ کی آواز لعنت کی مستحق ہے۔

غم اور مصیبت میں آہ و بکا کا مطلب یہ ہے کہ۔

۱۔ انسان، اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے خلاف انسان احتجاج کرتا ہے۔

۳۔ انسان یہ اعلان کرتا ہے کہ دنیا کا نظام اللہ کی مشیت کے مطابق نہیں بلکہ میری پسند کے مطابق چلنا چاہیے۔

ظاہر ہے کہ یہ تینوں امور انسانیت کے منافی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں بہت بڑی جرأت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد بجا مگر سوال یہ ہے کہ غم اور مصیبت سے دل تو لازماً متاثر ہوتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت
درد سے بھر نہ آئے کیوں

پھر آدمی کیا کرے؟ اس عقدے کا حل حضور اکرم ﷺ نے ایک اور حدیث میں بیان فرمادیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ ''انسان کے فعل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اختیاری دوسرے غیر اختیاری۔ ان میں انسان سے صرف اختیاری امور کے متعلق باز پرس ہوگی۔ یعنی سزا یا انعام کا مدار اختیاری امور پر ہے۔ غیر اختیاری امور پر کچھ مواخذہ نہیں۔ اس اصول کو پیش نظر رکھ کر غم کے موقع پر جو ردعمل ہوسکتا ہے اس کا تجزیہ کرو تو یہ معلوم ہوگا کہ۔

۱۔ انسان کا دل متاثر ہوتا ہے۔

۲۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔

۳۔ زبان پر شکوہ، نوحہ، آہ وبکا کے الفاظ آتے ہیں۔

۴۔ ہاتھوں سے بال نوچنا اور سینہ کوبی کرتا ہے۔

ان میں سے پہلے دو امور غیر اختیاری ہیں لہٰذا یہ فطری ہیں ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ آخری دو صورتیں اختیاری ہیں یعنی چاہے تو خاموش رہے چاہے واویلا کرے، بال نوچے، سینہ کوبی کرے۔ تو حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نوحہ اور آہ وبکا کی آواز ملعون ہے اور ملعون بنادیتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر تم نے اپنے اختیار کو استعمال کرنے میں اللہ اور رسول ﷺ کی پسند کی پروانہ کی تو یہ حرکت تمہیں ملعون بنادے گی۔ عجیب بات یہ ہے کہ علمی ترقی کا اثر ہے یا تہذیب جدید کا کرشمہ ہے کہ مسلمانوں کے ذہن اور قلب میں لعنت اور ملعون کا وہ مفہوم ہی نہیں رہا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے متعین فرمایا تھا بلکہ لعنت ایک خوبی شمار ہونے لگی ہے اور ملعون ہونا ایک کوالیفکیشن شمار ہونے لگا ہے۔

طاعات سے باز رکھنے میں شیطان کے ہتھکنڈے

بندہ جب مستقل مزاجی کے ساتھ طاعت الٰہی کے راستے پر چل نکلتا ہے تو شیطان کو سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ جلد ہی اگر اس کو کسی نہ کسی حیلے سے باز نہ رکھا گیا تو پھر اس کا میرے قابو میں آنا محال ہوجائے گا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ یکے بعد دیگرے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے کہ اگر ایک داؤ نہ چلا تو دوسرا کارگر ہوجائے گا۔ اگر وہ بھی خطا ہوگیا تو تیسرا کام دے گا۔ شیطان کے ان ہتھکنڈوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ پہلی تدبیر کے طور پر شیطان بندہ کو سستی وغیرہ میں مبتلا کرکے عبادت الٰہی سے روکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہوئی تو بندہ یہ کہہ کر رد کردیتا ہے کہ مجھے دارالعمل سے دارالجزاء کی طرف کوچ کرنا ہے لہٰذا مجھے عبادت الٰہی اور نیکیوں کی سخت ضرورت ہے۔

۲۔ شیطان کا دوسرا حربہ تاخیر کی تلقین کرنا ہے کہ چلو اگر عبادت الٰہی سے باز نہیں رہتا تو نہ سہی کچھ تاخیر ہی کراؤ۔ اگر اللہ تعالیٰ اس سے بھی محفوظ کرلیتا ہے تو بندہ یہ کہہ کر رد کردیتا ہے کہ زندگی مختصر ہے اور موت کا کوئی علم نہیں کہ کب آجائے۔ اگر آج کا کام کل پر چھوڑوں تو پھر کل کا کام کب کروں گا؟

۳۔ شیطان کا تیسرا حربہ جلدی اور عجلت کا تقاضہ ہے۔ عام طور پر نماز کے اندر اس عجلت اور اضطراب کا مشاہدہ کثرت سے دیکھنے میں آتا ہے۔ دنیا کا کوئی خاص کام درپیش نہ بھی ہوتب بھی اکثر نمازیوں کو ایک عجلت اور بے چینی لگی رہتی ہے کہ جیسے کسی مصیبت میں پھنس گئے ہوں اور کب اس سے فراغت ملے اور کب گھر کو بھاگیں۔

۴۔ شیطان کا اگلا حربہ ریاء اور دکھاوے کی تلقین کرنا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو بندہ یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھے اپنے جیسے کمزور انسانوں سے کیا لینا ہے۔ میں تو صرف رضائے الٰہی کا طالب ہوں۔

۵۔ اگر مندرجہ بالا ہتھکنڈوں سے بچ نکلے تو انسان کو عُجب اور خود پسندی میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ تو نے کتنا بڑا اور عمدہ کام کیا۔ تو، تو اب بڑا عبادت گزار بن گیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو بندہ یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ میرا اس میں کوئی کمال نہیں ہے یہ محض اسی کا فضل وکرم ہے جو مجھے اپنی اطاعت کی توفیق دے رہا ہے ورنہ میں تو صبح سے شام تک گناہ ہی کرتا رہتا ہوں۔

۶۔ پھر شیطان انسان کے پاس چھپے طریقے پر آ کر بہکاتا ہے کہ چونکہ تو اپنے اعمال کو پوشیدہ طور پر کرتا ہے لہٰذا اب اللہ تعالیٰ تیرے اعمال کو مخلوق پر ظاہر فرمادے گا۔ اس طرح سے بندہ کے اندر ریاء ونمائش کا ارادہ پیدا کرتا ہے تاکہ اس کے اعمال کو ضائع کرادے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو بندہ یہ کہہ کر شیطان کو رد کر دیتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور وہ میرا مالک وآقا ہے۔ اگر چاہے تو وہ کسی چیز کو ظاہر فرمائے اور اگر چاہے تو پوشیدہ رکھے، وہ چاہے تو مجھے عزت بخشے اور چاہے تو ذلیل کر دے۔

۷۔ اس کے بعد شیطان ساتواں داؤ استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان اعمال کے کرنے کی تجھے کیا حاجت اور ضرورت؟ اس لیے کہ اگر تو سعید پیدا کیا گیا ہے تو اعمال کا چھوڑنا مضر نہیں اور اگر بد بخت بنایا گیا ہے تو پھر اعمال کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اس پر بھی اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہی تو بندہ یہ کہہ کر رد کر دیتا ہے کہ مجھے طاعات کا حکم دیا گیا ہے اس لیے میں حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اگر میں بد بخت ہوں تب بھی اعمال ضروری ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا اور اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اگر میں نیک بخت ہوں تب بھی مجھے ان اعمال اور طاعات کی ضرورت ہے تاکہ قرب خداوندی حاصل کر سکوں اور نیز ان فرائض وواجبات سے کسی کو فارغ نہیں کیا گیا حتیٰ کہ پیغمبر ؑ کو بھی نہیں تو میں کون ہوں جو ان کو ترک کر دوں۔

دعائے مغفرت

۱۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی محمد مشتاق کے والد محترم
۲۔ راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رفیق کے والد محترم
۳۔ پنڈی گھیپ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حاجی بشیر احمد سابق امیر کوئٹہ
۴۔ ننگی پور گجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی شاہد محمود کے والد محترم
۵۔ کڑاھی چک بیلی خان راولپنڈی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نذر عباس کے والد محترم
۶۔ ضلع صوابی سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی حافظ اشرف علی کے والد محترم۔
۷۔ صادق آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد عمران کی والدہ محترمہ
۸۔ جوہرآباد خوشاب سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد رفیق کے والد محترم۔
۹۔ فیصل آباد سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عبدالرزاق کے والد محترم
۱۰۔ میاں میر لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی خالد رشید
۱۱۔ عبدالحکیم خانیوال سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی چوہدری خالد محمود
۱۲۔ لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی عرفان عثمان ملک کی والدہ محترمہ وفات پا گئے ہیں

ساتھیوں سے دعا کی درخواست ہے۔

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

وجد کا اثبات

قولہ تعالیٰ: تَرٰۤی اَعۡیُنَهُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ (المائدہ:84)

ترجمہ: آپ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں۔

اس میں وجد کا اثبات ہے کیونکہ وجد کی حقیقت یہ ہے۔

حَالَۃٌ "مَحۡمُوۡدَۃٌ" غَرِیۡبَۃٌ" غَیۡرُ اِخۡتِیَارِ یَّۃٌ

....

یعنی محض بھنگ چرس پی کر اچھل کود وجد نہیں ہے وجد محمود ہے لیکن وہ جو غیر اختیاری ہو اور کسی اچھے کام پر یہ کیفیت وارد ہو جائے اور اس کیفیت میں اس سے کوئی برائی یا گناہ صادر نہ ہو۔

....

بدون عمل کے محض طمع کا معتد بہ نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: وَمَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الۡحَقِّ وَ نَطۡمَعُ اَنۡ یُّدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِیۡنَ (المائدہ:84)

ترجمہ: اور ہمارے پاس کون سا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لاویں اور اس کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا اس میں دلالت ہے کہ محض طمع بدون عمل کے معتد بہ نہیں۔

....

اس میں دلیل یہ ہے کہ بغیر عمل کے محض امید رکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ یعنی ہر بندے کو امید ہوتی ہے کہ اللہ اسے جنت میں لے جائے اور ہم ہر بندے کیلئے کہتے ہیں اللہ اسے ایمان دے اور اسے جنت نصیب کرے۔ یہ جملہ کسی نے کبھی مرنے والے کیلئے کہا تھا کہ اللہ اسے امان دے یعنی اسے اپنی پناہ میں رکھے اب وہ بدلتے بدلتے یہ ہوگیا ہے کہ اب کہتے ہیں اللہ اسے ایمان دے حالانکہ ایمان تو زندگی میں چاہیے تھا۔ مرنے کے بعد ایمان کہاں سے لائے گا؟ مکلّف تو زندگی تک تھا۔ جب زندگی ختم ہوگئی تو ایمان کہاں سے لائے گا؟ آج کسی زندہ کو بھی یہ کہ دیا جائے کہ اللہ تجھے ایمان دے تو وہ ناراض ہو جاتا ہے کہ میرے مرنے کی دعا کر رہے ہیں۔ حالانکہ ایمان تو مرنے والوں کو چاہیے۔ تو فرماتے ہیں یہ جہالت ہے۔ بغیر عمل کے محض امید رکھنا اس کا کوئی اعتبار نہیں اگر بخشش الٰہی کی امید رکھتے ہو تو وہ کام کرو جو بخشش الٰہی کا سبب بن جائیں۔

ترک حیوانات کو عبادت سمجھنے کا ابطال

قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَکُمۡ (المائدہ:187)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو۔ اس میں

رسم ترک حیوانات کا ابطال ہے جو بعض مدعیان طریقت کا طریق ہے۔

....

بعض جاہل صوفی خواہ مخواہ کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرنے کو معیار بزرگی سمجھتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں میں لسی نہیں پیتا ،میں فلاح شربت نہیں پیتا۔ ایسا پرہیز صرف وہاں ضروری ہے جب غذا مشکوک ہو لیکن اللہ کریم کی حلال کردہ اشیاء خورد و نوش سے بلاوجہ پرہیز کرنا یا اپنی حیثیت کے مطابق لباس نہ پہننا اور اسے برائی کی علامت سمجھنا غلط ہے فرمایا یہ نیکی نہیں ہے یہ ناشکری ہے اور جو بندہ حق پر ہوگا وہ ایسا نہیں کرے گا۔ یہ جاہل صوفی جن کے پاس ہوتا کچھ نہیں دعویٰ تصوف کا ہوتا ہے وہ ایسے حلیئے بناتے رہتے ہیں اور اس طرح کی حرکتیں کی کرتے ہیں۔

....

معاصی پر مضار دنیویہ کا بھی مرتب ہونا

قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّوۡقِعَ بَيۡنَكُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ فِى الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ وَيَصُدَّكُمۡ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ (المائدہ:91)

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کردے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ اس میں دلالت ہے کہ معاصی میں جیسے اخروی مضرتیں ہیں اسی طرح دنیوی مضرتیں بھی ہیں۔

....

فرماتے ہیں اس میں اس بات پر دلیل ہے کہ گناہ سے آخرت تو تباہ ہوتی ہی ہے گناہ سے دنیا میں نیکی کرنے کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے۔ اس لئے گناہ سے بچنا چاہیے۔

....

تقویٰ و ایمان میں مراتب متعددہ ہونا

قولہ تعالیٰ: لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحۡسَنُوۡا (المائدہ:93)

ترجمہ: ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جب کہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں۔

تقویٰ اور ایمان کو مکرر لانے میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان دونوں میں بہت سے درجات ہیں کہ ایک دوسرے پر فوق ہیں جن میں سالک ترقی کرتا ہے۔

....

فرمایا یہ دو چیزیں جن کو اللہ کریم نے اس آیت کریمہ میں بار بار دہرایا ہے وہ تقویٰ اور ایمان ہے یہاں ایمان سے مراد خلوص ہے اور تقویٰ سے مراد شریعت پر عمل ہے۔ اگر اسے آسان سمجھا جائے، سمجھانے کیلئے آسان کیا جائے تو ایمان سے مراد ہے کہ کہ دل میں خلوص ہو اور تقویٰ سے مراد ہے کہ بندہ پوری کوشش کرے کہ شریعت مطہرہ کے احکام پر عمل کرے۔ فرمایا یہ دو چیزیں جو سالک میں ترقی کی استعداد پیدا کرتی ہیں اور جو برکات اسے نصیب ہوتی ہیں وہ اس کی اپنی ذات کا حصہ بن جاتی ہیں۔

....

امتحان مرید

قولہ تعالیٰ: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّکُمُ اللّٰہُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ (المائدہ:94)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا اس میں اصل ہے بعض مشائخ کی اس عادت کہ مرید کے صدق کا امتحان کرتے ہیں۔

یعنی بعض اوقات کوئی ایسی بات کہ دیتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ سالک میں کتنا خلوص ہے۔

نفس کو اول آسان سزا دینا پھر دشوار سزا دینا

قولہ تعالیٰ: وَمَنْ قَتَلَہٗ مِنْکُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ الی قولہ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ مِنْہُ (المائدہ:95)

ترجمہ: اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپاؤں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جاوے اور خواہ کفارہ مساکین کو دے دیا جاوے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جاویں تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے۔ اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے۔ اس میں اصل ہے اہل ریاضت کے اس طریق کی کہ اول خطا پر اپنے نفس کو ایسی سزا دیتے ہیں جس کا تحمل اس کو آسان ہوتا ہے اور اگر وہ پھر عود کرے تو ایسی سزا دیتے ہیں جو اس پر قدرے دشوار ہو۔

حضرت تھانویؒ نے یہاں سے استدلال کیا ہے کہ اہل تصوف سے اگر غلطی ہو جائے وہ اپنے نفس کو کچھ نہ کچھ سزا دیتے ہیں۔ اگر کوئی برا خیال آ جائے تو نفس سے کہتے ہیں کہ تجھے مال کھانے کی ہوس تھی آج میں تجھے حلال مال بھی نہیں کھانے دوں گا اور نفلی روزہ رکھ لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں اس کی اصل ہے اس آیت میں اگر کوئی غلطی کرے تو اس پر اسے سزا دی جائے پھر دوبارہ غلطی کرے تو اسے زیادہ سزا دیں۔ فرمایا اس آیت کریمہ میں صوفیوں کے اس کام کی اصل موجود ہے۔

غلو فی اللذیذ کی مذمت

قولہ تعالیٰ: اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ (المائدہ:96)

ترجمہ: تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا۔ اُس میں زھد کی تعدیل اور اس میں غلو کرنے سے نہی ہے۔

فرمایا خشکی کا جو جانور ہے اسے جب تک پکڑ کر آپ ذبح نہیں کریں گے آپ کھا نہیں سکیں گے۔ سمندر کا جو شکار مچھلی وغیرہ اسے آپ پکڑتے ہیں تو وہ بغیر ذبح کئے حلال ہے۔ تو فرمایا اس سے اس بات پر دلیل ہے کہ عمل میں تعدیل ہونی چاہیے یعنی متوازن ہونا چاہیے۔ غلو نہیں ہونا چاہیے۔ زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ یعنی اگر خشکی کے جانور کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہ بغیر ذبح کئے نہیں کھا سکتے تو دوسری طرف بڑی نرمی کر دی کہ سمندر سے پکڑو تو بغیر ذبح کھا سکتے ہو۔ تو فرمایا جو مجاہدہ بھی کیا جائے اس میں غلو یعنی زیادتی نہ کی جائے بلکہ اس میں تعدیل ہونی چاہیے یعنی اعتدال ہونا چاہیے۔

حقیقت کے مقابلہ میں رسم کی کثرت پر دھوکہ نہ کھانا

قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ (المائدہ:100)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہے۔ اس میں دلالت ہے اس پر کہ اہل

حقائق کے مقابلہ میں اہل رسوم کی کثرت پر دھوکا نہ کھانا چاہیئے۔

جیسے آج کل بھی لوگ کہتے ہیں میں یہ بکرا فلاں بزرگ کے مزار کا ہے یہ مرغا فلاں بزرگ کا پھرا سے خود نہیں کھاتے اس مزار پر دیتے ہیں خواہ وہاں نشہ کرنے والے، شرابی اور حرام کھانے والے ہی کھائیں فرمایا یہ کام باطل ہے۔ سب چیزیں اللہ کی ہیں اور کسی بزرگ کے نام پر مختص نہیں کی جاسکتیں۔

شریعت کے مقابلہ میں رسوم مشائخ کا ابطال

قولہ تعالیٰ: وَاِذَاقِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡااِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَاوَجَدۡنَاعَلَيۡهِ اٰبَآءَ نَا (المائدہ:104)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا۔ اس میں جاہل صوفیاء کے اس طریق کا ابطال ہے کہ جب ان کے سامنے شریعت پیش کی جاتی ہے تو وہ مشائخ کے طریق سے تمسک کرتے ہیں

....

اس آیت مبارکہ میں اس باطل کا رد ہے جو نام نہاد اور جو جاہل صوفیا کا عمل ہے کہ وہ خلاف شریعت امور کرتے ہیں اور جب ان پر شریعت پیش کی جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے بڑوں کی بات ہی مانیں گے اگر کوئی بزرگ خلاف شرع کام کہے تو وہ بزرگ ہی نہیں۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں نے بزرگوں کے نام پر ایسے غلط رواج قائم کردیئے جو شرعاً جائز نہیں بہر طور شریعت پر عمل لازم ہے اس کے خلاف کچھ عمل کرنا جائز نہیں۔

شفقت میں اعتدال

قولہ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ (المائدہ :105)

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی فکر کرو

بعض تفاسیر پر جیسا روح میں ہے اس میں کفار وفساق کی حالت پر زیادہ افسوس اور حسرت کرنے سے مومنین کو منع کیا گیا ہے اور یہی طریق ہے عارفین کا کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر چکنے کے بعد کسی کے زیادہ درپے نہیں ہوتے۔

....

حضرت تھانویؒ نے قرآن حکیم سے اخذ کر کے یہ بڑی خوب صورت بات کی ہے۔ آج اگر آپ دیکھیں تو اکثر انسانوں کا یہ مزاج ہے کہ انھیں اپنی فکر نہیں ہوتی۔ سارا دن یہ کہتے رہتے ہیں کہ فلاں یہ کرتا ہے فلاں کا بیٹا یہ کرتا ہے، فلاں کا بیٹا وہ کرتا ہے۔ فلاں کی بیٹی نے یہ کردیا فلاں کے گھر میں یہ ہوتا ہے۔ فلاں نے چوری کی۔ فلاں جھوٹ بولتا ہے۔ اپنی بات چوبیس گھنٹے میں ایک بار بھی نہیں کرتے کہ میرا حال کیا ہے۔ تو فرمایا اس آیت کریمہ سے دلیل یہ ہے کہ اٰمَنُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ تم اپنی جان کے ذمہ دار ہو لوگوں کی فکر کرنے کی بجائے اپنی فکر کرو کہ میں نے دن بھر کیا کیا جملے کہے۔ ان میں کتنے جائز ہیں۔ کتنے ناجائز ہیں؟ تم سے تمہارا سوال ہوگا۔ آج تو حال ہی یہ ہوگیا کہ سارا دن ہم دوسروں کو زیر بحث لاتے ہیں اپنی فکر کوئی نہیں کرتا۔ فرمایا تصوف یہ ہے کہ لوگوں کو اللہ کے سپرد کرو اپنی فکر کرو اپنے حالات کا تجزیہ کرتے رہو۔ عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ تم سے تمہارے متعلق جواب لیا جائے گا۔

ہر امر میں خوش انتظامی

قولہ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا

حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ الی اخر لایات

(المائدہ:106)

ترجمہ: اے ایمان والوتمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جب کہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انتظام کی رعایت ہرامر میں ضروری ہے گو وہ امر دنیوی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بدانتظامی سے اہل حقوق کے مصالح میں خلل پڑ جاتا ہے(جو کہ معصیت ہے)

فرمایا: کہ جب اللہ نے یہ حکم دیا ہے کسی کو موت بھی آجائے تو وہ اپنے مال میں وصیت کرے دو گواہ بنائے اگر چہ بعد میں جب وراثت کے متعلق احکام نازل ہو گئے تو پھر اس کی ضرورت نہ رہی حکم ختم ہو گیا۔ آیت آج بھی موجود ہے۔ اس آیت سے پہلے احکام وراثت نہیں تھے تو وصیت کرنے کا حکم تھا۔ پھر احکام وراثت آگئے تو وصیت کی ضرورت ختم ہوگئی۔ بعض احکام جو منسوخ ہوئے ہیں وہ تین طرح کے ہیں۔ بعض آیات اٹھالی گئیں حکم باقی ہے۔ جیسے رجم کا بعض احکام ایسے ہیں جن کی آیات باقی ہیں اور حکم ختم ہو گیا اس کی تلاوت اور برکات کیلئے وہ آیت باقی ہے تو نسخ تین قسم کا ہے۔

فرمایا: جب اللہ نے عندالموت بھی یہ حکم دیا کہ مال کہاں کہاں اور کیسے تقسیم ہوگا دو گواہ بنائے اس کا مطلب ہے کہ زندگی بھر انتظامی امور کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ یہ کوئی تصوف نہیں ہے کہ جو جس کا دل چاہے کرتا رہے کہ ہم تو درویش لوگ ہیں۔ فرمایا ایسا نہیں ہے جب تک انسان مکلف ہے جو کچھ اس کے ذمے ہے اس کے احسن انتظام کا وہ ذمہ دار ہے یہی تصوف ہے اگر یہ نہیں کرے گا تو لوگوں کے حقوق ضائع ہوں گے حقوق ضائع کر کے کون سا تصوف کون سی برکات حاصل کرے گا؟

....

احوال محو وغیبت وغیرہ کا اثبات

قولہٗ تعالیٰ: قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (المائدہ:109)

ترجمہ: وہ عرض کریں گے ہم کو کچھ خبر نہیں۔

روح میں ہے کہ بعض نے اس ذہول کی وجہ تجلی جلال کے آثار کا ظہور بتلائی ہے تو اس میں ایسی حالتوں کا اثبات ہے، استغراق وسکر وفناء ومحو وغیبت۔

یعنی صوفیوں پر تو کبھی کبھی جو استغراق یا سکر آجاتا ہے تو فرشتوں سے بھی جب اللہ نے سوال کیا تو جلالت الٰہی سے گھبرا کر کہا یا اللہ ہمیں کوئی خبر نہیں تو جانتا ہے تیرا کام جانے تو اس کا مطلب جانتا ہے۔ صوفیوں پر بھی یہ حالت وارد ہو جاتی ہے جب انہیں کسی بات کی خبر نہیں رہتی۔

شرف ونسب کا نعمت ہونا

قولہٗ تعالیٰ: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ (المائدہ:110)

ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے عیسیٰ ابن مریم میرا احسان یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کا اہل اللہ کی اولاد میں ہونا بھی ایک نعمت اور شرف ہے۔

تم پر میں نے ایک احسان کیا۔ تمہاری والدہ پر، والدہ کے حوالے سے حضرت مریم علیہ السلام کو ان کی والدہ کا ہونا بھی احسان فرما رہے ہیں۔ تو فرماتے ہیں اس میں دلالت ہے کہ کامل کی اولاد سے ہونا بھی ایک نعمت ہے لیکن یاد رکھیں اولاد ثابت ہونا بھی شرط ہے۔ اگر اس کامل کے (مطابق) احکام کی پیروی نہ کرے تو قرآن کے مطابق وہ اس کی اولاد ہی نہیں۔ جس طرح نوح علیہ السلام کے بیٹے کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔

يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ

صَالِحٍ (ھود:46) وہ آپ کا بیٹا نہیں حالانکہ وہ آپ کا سگا بیٹا تھا۔ فرمایا وہ آپ کا بیٹا نہیں۔ اس کے اعمال آپ کے اعمال سے مطابقت نہیں رکھتے۔ تو اگر اعمال بھی بزرگ کے کردار کے مطابق ہوں۔ اس سے خونی رشتہ بھی ہو تو نور، نورٌ علیٰ نور یعنی بیٹا اور اس کی نسل سے ہونا ہے اس کے اتباع اور اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔

خوارق کی تلاش نہ کرنا

قولہ تعالیٰ: قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ (المائدہ:112)

ترجمہ: آپ نے فرمایا خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔

یعنی ایسے معجزات کی درخواستوں سے بچو۔ اس میں بھی زجر ہے کہ اہل اللہ میں خوارق کو تلاش کیا جاوے۔

....

فرمایا اس میں ان لوگوں کی مذمت کی جاتی ہے جو اہل اللہ سے محض کرامت کے متمنی رہتے ہیں کہ جب کرامت ہوگی تو پھر ان کے ساتھ اللہ اللہ کریں گے اللہ والوں کی صحبت میسر آئے تو اللہ اللہ کرے یہ شرائط نہ لگاتا رہے، کرامت کا منتظر نہ رہے۔ فرمایا یہ بات مفید نہیں ہے۔

....

سالانہ پروگرام سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

1433-34 ہجری بمطابق 2012ء

تاریخ	تاریخ قمری	ایام	تفصیل	کیفیت
8-7 جنوری	13-12 صفر	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
5-4 فروری	12-11 ربیع الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	جلسہ بعثت عالی صلی اللہ علیہ وسلم
4-3 مارچ	10-9 ربیع الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
8-7 اپریل	16-15 جمادی الاول	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
6-5 مئی	14-13 جمادی الثانی	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
8 جون	18 رجب المرجب	جمعہ	سالانہ اجتماع شروع	
15 جولائی	25 شعبان	اتوار	سالانہ اجتماع ختم	اجلاس جنرل کونسل
08 اگست تا 18 اگست	30-20 رمضان المبارک	بدھ	اعتکاف رمضان	
9-8 ستمبر	22-21 شوال	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
7-6 اکتوبر	21-20 ذیقعد	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	اجلاس جنرل کونسل
4-3 نومبر	19-18 ذوالحجہ	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	
2-1 دسمبر	18-17 محرم الحرام	ہفتہ/اتوار	ماہانہ اجتماع	

زُہد اور اس کے ثمرات و برکات

ابو محمد حافظ حفیظ الرحمٰن ــ ٹوبہ ٹیک سنگھ

زُہد کے لغوی معنی کسی چیز سے بے رغبت ہو جانے کے ہیں اور دین کی خاص اصطلاح میں آخرت کے لئے دنیا کے لذائذ و مرغوبات کی طرف سے بے رغبت ہو جانے اور عیش و تنعم کی زندگی ترک کر دینے کو زُہد کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے بھی اور اپنے ارشادات میں بھی اُمت کو زُہد کی بڑی ترغیب دی ہے اور اس کے بہت کچھ دنیوی و اُخروی ثمرات و برکات بیان فرمائے ہیں۔

سہیل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے کہ جب میں اس کو کروں تو اللہ بھی مجھ سے محبت کرے اور اللہ کے بندے بھی مجھ سے محبت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کی طرف سے اعراض اور بے رُخی اختیار کر لو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور جو مال و جاہ لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض اور بے رُخی اختیار کر لو تو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔ (ترمذی و ابن ماجہ)

دنیا کی محبت اور چاہت ہی آدمی سے وہ سارے کام کراتی ہے جن کی وجہ سے وہ خدا کی محبت کے لائق نہیں رہتا۔ جب دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی تو دل اللہ کی محبت کے لئے فارغ ہو جائے گا اور پھر اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ایسی خالص ہونے لگے گی کہ بندہ اللہ کو محبوب اور پیارا ہو جائے گا۔ زُہد کے بارے میں یہ ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس شخص کے لئے دنیا کی لذتیں اور راحتیں حاصل کرنے کے مواقع ہی نہ ہوں اور اس مجبوری کی وجہ سے وہ دنیا میں عیش نہ کرتا ہو وہ زاہد نہیں ہے۔ زاہد وہ ہے جس کے لئے دنیا کے عیش و تنعم کے پورے مواقع میسر ہوں مگر اس کے باوجود وہ اس سے دل نہ لگائے اور مطمئن کی سی زندگی نہ گزارے۔ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن مبارک کو زاہد کہہ کر پکارا انہوں نے فرمایا کہ زاہد تو عمر بن عبدالعزیزؒ تھے کہ خلیفہ وقت ہونے کی وجہ سے دنیا گویا اُن کے قدموں میں تھی لیکن انہوں نے اس سے حصہ نہیں لیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم کسی بندہ کو اس حال میں دیکھو کہ اس کو زُہد یعنی دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رُخی اور کم سخنی یعنی لغو اور فضول باتوں سے زبان کو محفوظ رکھنے کی صفت اللہ نے نصیب فرمائی ہے تو اس کے پاس اُس کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ جس بندے کا یہ حال ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کا القا ہوتا ہے۔

(شعبۃ الایمان ۔ البیہقی)

حکمت کے القا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقتوں کو صحیح طور پر سمجھتا ہے اور اس کی زبان سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو صحیح اور

نافع ہوتی ہیں۔اس لئے اُس بندے کی صحبت کیمیا اثر ہوتی ہے۔

قران مجید میں حکمت کے بارے میں فرمایا گیا:۔

وَ مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا ٥

ترجمہ: جس کو حکمت عطا کی جائے اُس کو خیر کثیر عطا کیا گیا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بندہ بھی زُہد اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے دل میں حکمت کو اُگائے گا اور اس کی زبان پر بھی حکمت کو جاری کرے گا اور دنیا کے عیوب اور اس کی بیماریاں اور پھر اس کا علاج معالجہ بھی اس کو آنکھوں سے دکھا دے گا اور دنیا سے اس کو سلامتی کے ساتھ نکال کر جنت میں پہنچا دے گا۔ (شعبۃ الایمان۔البیھقی)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَه، يَشْرَحْ صَدْرَه، لِلْاِسْلَامِ ٥

ترجمہ: جس کے لئے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو اپنی راہ پر لگائے اور اپنی رضا اور اپنا قرب نصیب فرمائے تو کشادہ کر دیتا ہے اُس کا سینہ اسلام کے لئے۔

آپؐ نے فرمایا کہ نور جب سینہ میں آتا ہے تو سینہ اس کی وجہ سے کھل جاتا ہے۔عرض کیا گیا یارسول اللہؐ کیا اس حالت کی کوئی علامت بھی ہے۔آپؐ نے فرمایا ہاں۔دنیا جو دھوکے فریب کی جگہ ہے اس سے طبیعت کا ہٹ جانا اور اُچاٹ ہو جانا (یعنی توبہ و استغفار اور معاصی سے اجتناب اور عبادت کی کثرت کے ذریعہ موت کی تیاری کرنا)۔ (شعبۃ الایمان۔البیھقی)

عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس اُمت کی پہلی نیکی اور بہتری یقین اور زُہد ہے اور اس کی پہلی خرابی بخل اور دنیا میں زیادہ رہنے کی آرزو ہے۔ (البیھقی)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے بارے میں زُہد اور اس کی طرف سے بے رغبتی (جو خاص ایمانی صفت ہے) وہ حلال کو اپنے اوپر حرام کرنے اور اپنے مال کو برباد کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ زُہد کا اصل معیار اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس اور تمہارے ہاتھ میں ہو اس سے زیادہ اعتماد اور بھروسہ تم کو اس پر ہو جو اللہ کے پاس اور اللہ کے قبضہ میں ہے اور یہ کہ جب تم کو کوئی تکلیف اور ناخوشگواری پیش آئے تو اس کے اخروی ثواب کی چاہت اور رغبت تمہارے دل میں زیادہ ہو بہ نسبت اس خواہش کے کہ تکلیف اور ناگواری کی بات تم کو پیش ہی نہ آتی۔

(ترمذی وابن ماجہ)

زُہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں دنیا سے اُٹھانا اور مسکینوں کے گروہ میں میرا حشر فرما۔ (البیھقی وابن ماجہ)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر والوں نے جَو کی روٹی سے بھی دو دن متواتر پیٹ نہیں بھرا یہاں تک کہ حضورؐ اس دنیا سے اُٹھا لئے گئے"۔ (البخاری والمسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: اللہ کے راستے میں مجھے اتنا ڈرایا دھمکایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ڈرایا گیا اور اللہ کے راستہ میں مجھے اتنا ستایا گیا کہ کسی اور کو اتنا نہیں ستایا گیا اور ایک دفعہ تیں 30 دن رات مجھ پر اس حال میں گذرے کہ میرے اور بلال کے لئے کھانے کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ (ترمذی)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہؓ سے فرمایا: میرے بھانجے ہم اہل بیت نبوت اس طرح گذارہ کرتے تھے کہ کبھی کبھی لگاتار تین تین چاند دیکھ لیتے تھے یعنی کامل دو مہینے گذر جاتے تھے اور حضور ﷺ کے گھروں میں چولہا گرم نہ ہوتا تھا۔ عروہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پھر آپ لوگوں کو کیا چیز زندہ رکھتی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا بس کھجور کے دانے اور پانی ان ہی پر ہم جیتے تھے البتہ رسول اللہ ﷺ کے بعض انصاری پڑوسی تھے اُن کے ہاں دودھ دینے والے جانور تھے وہ آپؐ کے لئے دودھ بطور ہدیہ کے بھیجا کرتے تھے اور اُس میں سے آپ ﷺ ہم کو بھی دے دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن کھجور کی چٹائی پر سوئے پھر جب سو کے اُٹھے تو جسم مبارک میں اس چٹائی کی بناوٹ کے نشانات پڑے ہوئے تھے۔ اس خادم ابن مسعودؓ نے عرض کیا کہ اگر حضور ﷺ فرمائیں تو ہم آپؐ کے لئے بستر کا انتظام کریں اور کچھ بنائیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے دنیا سے کیا تعلق اور کیا لینا میرا تعلق دنیا کے ساتھ بس ایسا ہے جب کہ کوئی مسافر کچھ دیر سایہ لینے کے لئے کسی درخت کے نیچے ٹھہرا اور پھر اُس کو اپنی جگہ چھوڑ کر منزل کی طرف چل دیا۔

(احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

ماہنامہ المرشد میں اشتہار دینے کے خواہشمند متوجہ ہوں

جو حضرات اپنے یا اپنی کمپنی کے لیے ماہنامہ المرشد میں اشتہار شائع کروانا چاہتے ہیں وہ سرکولیشن مینجر ماہنامہ المرشد لاہور سے رابطہ کریں۔

دفتر: ماہنامہ المرشد۔ 17 اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔ فون: 042-35182727

قارئین المرشد سے

التماس ہے کہ المرشد کے بارے میں اپنی آراء سے مستفیض فرمائیں اور اس کو زیادہ مفید اور معتبر بنانے کے لئے اپنی تجاویز سے نوازیں۔

نیز یہ بھی گزارش ہے کہ اہل حضرات اپنے مضامین بھجوائیں جو ساتھیوں کی رہنمائی اور نئے قارئین کے لیے نفس کی اصلاح کا سبب بن سکیں۔ یا ایسے واقعات و تجربات تحریر فرمائیں جو سبق آموز ہوں۔

(مدیر ماہنامہ المرشد)

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پارہ 9 الانفال 19 تا 25

مومن کی اصل دولت معیت باری

الحمد لله رب العلمين o والصلوٰة والسلام على حبيبه محمد و آله واصحابه اجمعين.

اعوذ بالله من الشيطن الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَ اِنْ .... تَوَلَّوْا وَ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ .

اللهم سبحنک لاعلم لنا الا ماعلمتنا انک انت العليم الحكيم . مولايا صلے وسلم دائما ابدا على حبيبک خيرا لخلق كلهم o

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ مشرکین مکہ نے بیت اللہ شریف کے پردے تھام کر دعا کی تھی کہ اللہ ہمیں فتح دے اور اگر جو کچھ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں یہ سچ ہے اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (الانفال:32) تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر برسایا اور کوئی دردناک عذاب بھیج دے یعنی مانیں گے نہیں ہم۔ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ کہ اگر تم لوگ فتح چاہتے ہو یا فیصلہ چاہتے ہو تو فیصلہ تمہارے سامنے ہے۔ میدان بدر میں تم نے دیکھ لیا کہ چوٹی کے ستر لوگ مارے گئے اور بڑے بڑے اہم ستر لوگ جنگی قیدی بن گئے اور پورے مکہ میں کہرام مچ گیا۔ فرمایا اگر تم فیصلہ ہی چاہتے ہو جیسے تم نے دعا کی تھی تو فیصلہ تو تمہارے سامنے آ گیا اور حق ظاہر ہو گیا اور حضور ﷺ کی دعوت کی تائید ہو گئی۔ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اگر اب تم باز آ جاؤ، اب توبہ کر لو اور ایمان قبول کر لو تو تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ اگر پھر وہی کام کرو گے تو اللہ کریم بھی تمہارے ساتھ پھر وہی سلوک کریں گے جو بدر میں ہوا۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّ لَوْ كَثُرَتْ اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ اس دفعہ ہم بہت سے لوگ جمع کر لیں گے اور ہماری اکثریت ہو گی تو فرمایا وہ اکثریت بھی تمہیں فائدہ نہیں دے گی کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ اور آپ کے تابعداروں کے ساتھ اللہ کی معیت ہے۔ آپ کے ساتھ اللہ ہے تو لوگوں کی کثرت بھی تمہیں فائدہ نہیں دے گی۔ اس لئے کہ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے انہیں معیت باری حاصل ہے۔ چنانچہ مشرکین مکہ نے یہ بھی کر کے دیکھ لیا۔ غزوۂ خندق میں بے شمار قبائل کو جمع کر کے بے شمار فوج کو جمع کر کے لے آئے اور مہینہ بھر ڈیرے ڈالے رکھے اور آخر رسوا ہو کر میدان سے بھاگنا پڑا۔ تو حقیقت ارشاد فرما دی کہ صداقت نبوت پر یہ دلیل ہے کہ دنیاوی اسباب تمہارے حق میں

تھے لیکن معیت باری مومنین کو حاصل تھی لہٰذا ہر بار فتح انہیں نصیب ہوئی اور تمہیں ذلت آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور اللہ کے مقابلے میں بندوں کی کثرت کیا کرے گی آخر محتاج اور مخلوق ہیں، بے بس لوگ ہیں، اللہ کے مقابلے میں کیا کر سکیں گے۔

وَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ایمان والوں کو اللہ کی معیت حاصل ہے۔ مومن کی اصل دولت معیت باری ہوتی ہے۔ وَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ ایمان کے ساتھ معیت مشروط ہے۔ جہاں ایمان ہے وہاں معیت باری ہے ایمان والوں کو اللہ کریم کی تائید وحمایت حاصل ہے۔ ایمان کیا ہے؟ ایمان کا تعین ہم کیسے کریں گے کہ کس شخص میں ایمان ہے؟ جس شخص میں ایمان ہے اسے معیت باری حاصل ہوگی۔ پھر خدانخواستہ اگر وہ کبھی ایمان کو چھوڑ بیٹھے یا اس میں کمزوری آ جائے تو وہ معیت باری سے بھی محروم ہو جائے گا۔ اگلی آیہ کریمہ اس بات کی وضاحت فرماتی ہے کہ ایمان کیا ہے فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ اور ان کے احکام سن کر پیٹھ پھیر کر چلے نہ جاؤ۔ یعنی یہ نہ ہو کہ لاپرواہی کرو اور اُن کی پرواہ نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ایمان نہیں رہے گا۔ تو گویا ایمان صرف دعویٰ کا نام نہیں ہے کہ بندہ دعویٰ کرے کہ میں مسلمان ہوں میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ ایمان دعویٰ کے ساتھ یقین اور یقین کے ساتھ عمل کا نام ہے۔ زبان سے جو کہتا ہے دل سے اس پر یقین ہو اور اس پر عمل کرے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تو اطاعت کا نام ایمان ہے۔ اسی لئے اکثر آئمہ نے فرمایا کہ ایمان، اعمال کا نام ہے۔ اگر اعمال نہیں کرتا تو اس کے پاس ایمان ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ وَ لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ ھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ اور اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے مقابلے میں ایسے نہ ہو جاؤ، اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو کہتے ہیں ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں۔ یہاں سننے سے مراد ہے سن کر اس پر عمل کرنا اور اُسے دل سے قبول کرنا۔ ورنہ تو حضور ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے تھے مومنین بھی سنتے تھے، مشرکین بھی سنتے تھے، کفار بھی سنتے تھے؟ لیکن مومنین سن کر اُس پر یقین بھی رکھتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے اور مشرکین و منافقین سنتے تو تھے مانتے نہیں تھے۔ سن کر نہ ماننا ایسا ہی ہے جیسے سنا ہی نہ ہو۔ جیسے اردو میں بھی محاورہ ہے کہ سنی ان سنی کر دی۔ بات سنی تو سہی لیکن اس پر کوئی اثر نہیں لیا۔

صاحب روح البیان نے یہاں سننے کے چار درجے لکھے ہیں۔ ایک درجہ ہے کہ سنا لیکن سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی یعنی اس کی پرواہ نہیں کی۔ یہ قطعی کفار کا شیوہ ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ سنا اور سمجھا بھی کہ اس کا مفہوم کیا ہے لیکن اس پر یقین نہیں کیا۔ وہ فرماتے ہیں یہ منافقین کا درجہ ہے کہ سنتے بھی ہیں سمجھتے بھی ہیں لیکن اُن کے دل یقین سے محروم ہوتے ہیں۔ تیسرا درجہ ہے کہ سنا بھی، سمجھا بھی اور اس پر یقین بھی کر لیا لیکن عمل کی توفیق نہ ہوئی۔ فرمایا یہ فاسق وفاجر، بدکار مسلمان ہے جو سنتا بھی ہے اس بات کو سمجھتا بھی ہے اس پر اُسے یقین بھی ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔ اور چوتھا درجہ ہے کہ سنا بھی، اُسے سمجھا بھی، اس پر یقین بھی کیا اور اس پر عمل بھی کیا یہ درجہ ہے کامل مومنین کا جن کو معیت باری حاصل ہوتی ہے۔ معیتِ باری سے مراد یہ ہے کہ

اللہ کی تائید وحمایت حاصل ہوتی ہے۔ دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہوتے جاتے ہیں اور دنیاوی امور میں نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ مومن کے پاؤں میں اگر کانٹا بھی چبھ جائے تو اس کے طفیل اس کے کئی گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ چھوٹا سا عمل کرے، راستہ چلتے ہوئے راستے سے کوئی پتھر ہٹا دے تو اس کی کئی نیکیاں شمار ہوتی ہیں۔ یعنی جنہیں معیت باری حاصل ہوتی ہے ان کے ہر عمل میں برکت بھی ہوتی ہے اور اللہ کی طرف سے قبولیت بھی ہوتی ہے۔ اُن کی دنیا کی زندگی بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی سنور جاتی ہے۔ زندگی بھی مبارک ہوتی ہے موت بھی مبارک ہوتی ہے اور آخرت بھی۔ لیکن اگر بندہ معیت باری سے محروم ہوجائے تو میرے خیال میں آج ہمیں مثالیں دینے کی ضرورت نہیں ہے ہم اپنے ملک میں بھی اور دوسرے مسلمان ممالک میں بھی اپنے ماحول میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ معیت باری سے محرومی کے کیا نتائج ہوتے ہیں۔ آج ہم ایک ہنستے بستے ملک میں جہاں حکومت بھی ہے، حکمران بھی ہیں، عدالتیں بھی ہیں، فوج بھی ہے، پولیس بھی ہے، سرکاری ادارے بھی ہیں لیکن کہیں کوئی شخص اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ نظام سارا موجود ہے، افراد سارے موجود ہیں وہ تو سارے ہیں لیکن بات بات پر قتل ہوجاتے ہیں کوئی پوچھتا نہیں۔ مزدوری کر کے لاتا ہے اگلے لوٹ کر لے جاتے ہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ آج کتنے دنوں سے یہی خبریں ٹی وی پر چل رہی ہیں کہ منڈیوں میں جو لوگ قربانی کے جانور ٹرک بھر کے لے کر گئے وہ ڈاکو لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ یعنی حد یہ ہے کہ قربانی کے جانور بھی ڈاکو چھین کر لے جاتے ہیں۔ ہر جگہ پولیس بھی ہے فوج بھی ہے ادارے بھی ہیں، سب کچھ ہے لیکن کہیں امن نہیں ہے۔ کسی بندے کے پاس سلامتی کی ضمانت نہیں ہے۔ کسی بندے کو کوئی ایسی ضمانت نہیں دی جاسکتی کہ اس کا گھر محفوظ رہے گا، اس کی عزت یا جان یا مال محفوظ رہے گا۔ یہ سب کیا ہے؟۔ معیت باری سے محرومی کا نتیجہ ہے۔ تو جب ہم نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت چھوڑ دی تو یہ ساری مصیبتیں ہم پر الٹ پڑیں۔ آج بھی اس کا علاج بنیادی طور پر جلسے اور ریلیاں نہیں ہیں۔ ہجوم اکٹھے کر کے کسی سے حکومت چھین لینے سے اس کا علاج نہیں ہوگا۔ آج بھی اس کا علاج اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت ہے۔ اور یہ جو حالات ملک میں بن رہے ہیں اگر چہ پورا ملک جو ہے وہ بدامنی کی لپیٹ میں ہے لیکن اس میں اللہ کے بندے جنہیں معیت باری حاصل ہے انہیں سکون نصیب ہے اور وہ اطمینان سے اپنا وقت گزار رہے ہیں۔ سو اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی زندگی سدھر جائے تو اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے دامن میں پناہ لینی ہوگی اس کے باہر کہیں کوئی امن نہیں ہے۔ ہماری ترجیحات بدل گئیں ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زیادہ دولت ہونا راحت وسکون کا سبب ہے لہٰذا ہر بندہ جائز وناجائز، حلال وحرام، چوری زبردستی جس طرح ہوسکے دولت جمع کرنے میں لگا ہوا ہے۔ دولت تو قارون کے پاس بھی تھی لیکن وہ دولت سمیت غرق ہوگیا۔ دولت تو فرعون، ہامان، شداد کے پاس بھی تھی۔ حکومت بھی تھی، طاقت بھی تھی، جاہ وجلال بھی تھا۔ وہ سب کچھ ہوتے ہوئے تباہ وبرباد ہوگئے۔ کیا بڑے بڑے دولتمندوں کا انجام ہمارے سامنے نہیں ہے؟ بڑے بڑے طاقتور حکمرانوں کا انجام ہمارے سامنے نہیں ہے؟ ہم دولت جمع کرلیں گے یا دنیاوی طاقت جمع کرلیں گے کیا وہ اللہ کی گرفت کو روک سکے گی؟ ہرگز نہیں۔ ہمیں بحیثیت مسلمان سوچنا

ہے۔ جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا وہ ایک الگ بحث ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اُن کی پرواہ نہ کیجئے میں انہیں مال بھی دیتا ہوں اولاد بھی دیتا ہوں۔ دیتا اس لئے ہوں کہ اس کے ذریعے دنیا میں بھی انہیں عذاب ہو۔ ان کا مال، ان کی اولاد بھی ان کے لئے عذاب بن جاتی ہے۔ اگر کسی نے کافر ممالک کو دیکھا ہے یا وہاں جا کر دیکھا ہے یا مغرب، مشرق بعید کو دیکھا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان کے لئے تو ان کا مال اور اولاد ہی سب سے بڑی مصیبت بن گئی ہے۔ ہمیں سوچنا ہے، بحیثیت مسلمان ہم پر اللہ کا احسان ہے کہ ہمیں کلمہ طیبہ نصیب ہوا اور ہم حضور اکرم ﷺ کی اُمت ہونے کے دعویدار ہیں۔ اب امتی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ نافرمانی کرے یا تو اُمت سے خارج ہو جائے، مانے ہی نہیں کہ میں نہیں مانتا پھر نہ عمل کرے۔ لیکن یہ کونسا طریقہ ہے کہ اللہ کو بھی مانے، اللہ کے رسول ﷺ کو بھی مانے، اللہ کی کتاب کو بھی مانے اور عمل کافروں جیسے کرے تو یہ تو کوئی سلیقہ نہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ معیت باری سے محرومی ہو جاتی ہے اور وہ محرومی دو عالم کی مصیبتوں میں گرفتار کر دیتی ہے۔ یہی نہیں کہ دنیا کی زندگی برباد ہوتی ہے بلکہ آخرت بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ اور اللہ کریم فرماتے ہیں اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ انسان اللہ کی بہترین مخلوق ہے لیکن عام انسان کا درجہ فرشتے سے کم تر ہے۔ لیکن جب وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے، نیکی کرتا ہے اور محنت کرتا ہے تو وہ فرشتوں سے بڑھ کر درجہ پا جاتا ہے۔ باقی ساری مخلوق انسان سے کم تر ہے لیکن جب وہ اطاعت الٰہی کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ درندوں اور جانوروں سے بھی نیچے چلا جاتا ہے۔ یعنی اس کا سفر جاری رہتا ہے یا اوپر کی طرف یا نیچے کی طرف۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں جو لوگ دین کے معاملے میں گونگے بہرے بن جاتے ہیں دین کے معاملے میں سنتے نہیں، مانتے نہیں، یقین بھی نہیں کرتے، عمل بھی نہیں کرتے ایسے لوگ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین مخلوق ہیں۔ چوپایوں درندوں سے بھی بدتر مخلوق ہیں وہ جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام نہ سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔ فرمایا الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ اللہ نے انہیں سمجھنے کے لئے عقل و خرد دی تھی لیکن وہ عقل و خرد کا استعمال برائی کے لئے کرتے ہیں، حق کو سمجھنے کے لئے نہیں کرتے۔ گویا ان کے پاس حق کے لئے عقل ہے ہی نہیں۔ تو فرمایا ایسے لوگ جو حق کو سمجھتے بھی نہیں، سوچتے بھی نہیں، مانتے بھی نہیں، اس پر عمل بھی نہیں کرتے وہ اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں۔

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ فرمایا یہ بات استعداد کی ہے انسان کو اللہ نے اختیار دیا۔ کیا اختیار ہے انسان کے پاس۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کسی نے یہ سوال کیا تھا کہ انسان کے پاس کتنا اختیار ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اپنی ایک ٹانگ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ اس نے ایک ٹانگ اوپر اٹھالی۔ فرمایا اب دوسری اٹھالو۔ کہنے لگا دوسری تو نہیں اٹھا سکتا۔ کہنے لگے بس اتنا ہی اختیار ہے تمہارے پاس۔ انسان کے پاس اپنے پیدا ہونے کا اختیار نہیں، اپنی شکل بنانے کا اختیار نہیں، اپنا قد خود بنانے کا اختیار نہیں، اپنی عقل و فہم بنانے کا اختیار نہیں، اپنا وقت یا اپنی قسمت یا مقصد بنانے کا اختیار نہیں، اپنی صحت و بیماری پر اس کو اختیار نہیں حتیٰ کہ موت پر بھی اختیار نہیں۔ جب موت آتی ہے مر جاتا ہے بے بس ہو کر بے چارہ۔ تو پھر اس کے پاس اختیار کیا ہے؟ انسان کے پاس اختیار ہے

کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنی ہے یا نہیں۔ اسے اللہ کی رضا، اللہ کے نبی ﷺ کی رضا درکار ہے، آخرت درکار ہے یا اس نے اپنی مرضی سے اپنی پسند سے جینا ہے۔ یہ فیصلہ انسان کا ہے یہ فیصلہ انسان پر مسلط نہیں کیا جاتا۔ تو اگر انسان زندگی کی کسی بھی سطح پر فیصلہ کرلے خواہ غلطی کر چکا ہو، گناہ کر چکا ہو یا کفر و شرک کر چکا ہو کسی وقت اسے احساس ہو جائے اور وہ یہ فیصلہ کرلے کہ جو ہو چکا اس سے میں توبہ کرتا ہوں آئندہ میں اللہ کی اطاعت اور اللہ کے نبی ﷺ کی فرمانبرداری کروں گا تو اس میں ایک استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس توبہ سے اور قبول ایمان سے قبول حق کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔ اس استعداد کی بات ہو رہی ہے۔ فرمایا وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا اگر اللہ ان میں کوئی خیر دیکھتے یعنی اگر وہ توبہ کرتے یا خلوص سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو ماننے کی بات کرتے۔ دل میں طے کر لیتے کہ مجھے دین پر چلنا ہے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اتباع کرنا ہے، آپ ﷺ کی اطاعت کرنی ہے تو خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ اللہ انہیں سننے اور سمجھنے کی توفیق بھی ارزاں کر دیتا۔ پھر باتیں اُن کی سمجھ میں بھی آنے لگتیں، پھر حق ان کے دل میں بھی جاگزیں ہونے لگتا، بات ان کے دماغ میں بھی بیٹھ جاتی۔ لیکن جب انہوں نے یہ فیصلہ ہی نہیں کیا وہ استعداد ہی حاصل نہیں کی وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ تو اس حال میں اگر اللہ انہیں سننے کی استعداد بھی دے دیں یعنی وہ سنیں بھی اور سمجھ بھی لیں تو پھر بھی منہ پھیر کر چلے جائیں گے کیونکہ ان کا فیصلہ حق پر چلنے کا نہیں ہے وہ تو اپنے فیصلے کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ آپ انہیں اللہ کے احکام سناتے رہیں، رسول اللہ ﷺ کے احکام سناتے رہیں، دین بیان کرتے رہیں، وہ سنی ان سنی کر دیں گے۔

چونکہ انہوں نے خود اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کا فیصلہ اپنے اندر نہیں کیا۔ انہوں نے اپنی مرضی سے زندگی گزارنے کا فیصلہ کیا ہے اور یہ بڑا عجیب فیصلہ ہے کہ جس نے وجود دیا، جس نے حیات دی، جس نے ساری نعمتیں دیں اس کی بات نہیں سنی اور چند روزہ زندگی جو ہے یہ اپنی من پسند سے گزارنی ہے۔ اپنی من پسند سے انسان جی نہیں سکتا۔ نافرمانی کرنے والوں کی خواہشات پوری نہیں ہوتیں۔ صرف نافرمانی کا وبال ان کے گلے پڑ جاتا ہے اور یوں زندگی بھی اکارت جاتی ہے اور آخرت بھی ضائع ہو جاتی ہے۔ فرمایا وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ اگر ان میں اللہ کریم خیر دیکھتے یعنی ان کا یہ فیصلہ ہوتا کہ ہم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے تو اللہ انہیں سننے، سمجھنے، یقین کرنے کی توفیق بھی عطا کر دیتے، عمل کرنے کی توفیق بھی عطا کر دیتے۔ لیکن اس فیصلے کے بغیر اول تو اللہ سننے کی توفیق ہی نہیں دیتے سنی ان سنی ہو جاتی ہے۔ سنا یا نہ سنا برابر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر سننے کی توفیق بھی دے دیتے تو سن کر بھی تو انہوں نے کان جھاڑ کر چلے جانا تھا وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ اگر سن بھی لیتے تو منہ پھیر کے چل دیتے اس بات پر قائم نہ رہتے۔

ارشاد ہوا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ جو بندہ زندہ ہے، زندوں کو ہی خطاب ہے جو زندگی ختم کر چکے یا موت کی وادی میں اتر گئے یا قبر کے پہلو میں اتر گئے انہیں تو کوئی وعظ نہیں کیا جاتا۔ بات تو زندوں سے کی جاتی ہے۔ لیکن قرآن کا انداز یہ ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اٰمَنُوا اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہو، جو اپنے آپ کو مومن سمجھتے ہو، جو کہتے ہو کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ کی بات دل سے قبول کرو۔ جو ارشاد عالی ہوتا ہے اسے سنو، سمجھو اور پورے خلوص سے اس پر عمل کرو کہ جب وہ تمہیں بلاتے ہیں اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ اللہ کا نبی ﷺ تمہیں اس لئے یاد فرماتا ہے اس طرف دعوت دیتا ہے کہ تمہیں زندگی عطا کرے۔ لِمَا يُحْيِيْكُمْ کہ تمہیں زندگی عطا کرے۔ ہمارے ہاں تو زندگی کا یہ تصور ہے کہ جو کھاتا پیتا ہے، سانس لیتا ہے، چلتا پھرتا ہے وہ زندہ ہے۔ اور جس کی سانسیں ختم ہو گئیں، دل کی دھڑکن ختم ہوگئی وہ مر گیا۔ قرآن کریم کا تصور دوسرا ہے، قرآن کریم ایمان کے ضائع ہو جانے کو موت قرار دیتا ہے۔ جس میں ایمان نہیں ہے اس نے حیات کا مزہ ہی نہیں چکھا۔ اُسے زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ اور اللہ کے رسول ﷺ اللہ کی دعوت اس لئے دے رہے ہیں، تمہیں اس لئے بلا رہے ہیں لِمَا يُحْيِيْكُمْ کہ تمہیں زندگی عطا کریں۔

وہ جس کسی شاعر نے اس کی بہت خوب ترجمانی کی تھی کہ

زندگی آپ کی عنایت ہے
ورنہ ہم لوگ مر گئے ہوتے

اور ایک عرب شاعر نے ایمان نہ لانے والے کے بارے کہا تھا کہ اس کا مصرعہ ہے۔

وَاَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُهُمْ

کہ ان کے جسم جو ہیں قبر میں جانے سے پہلے ان کی روحوں کی قبریں بن چکے ہیں۔ جنہیں ایمان نصیب نہیں ہے یہ زندہ انسان نہیں ہیں یہ ارواح کی چلتی پھرتی قبریں ہیں۔ وَاَجْسَامُهُمْ قَبْلَ الْقُبُوْرِ قُبُوْرُهُمْ قبر میں جانے سے پہلے ان کے جسم ان کی روحوں کی قبریں بن چکے ہیں۔

تو فرمایا اللہ اور اللہ کا رسول ﷺ جب دعوت دیتے ہیں اِذَا دَعَاكُمْ جب جب تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں لِمَا يُحْيِيْكُمْ وہ تمہیں زندگی عطا کرنے کے لئے بلاتے ہیں۔ تم سے کچھ لیتے نہیں، تمہیں حیات عطا کرتے ہیں۔ اور جسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ سے حیات نصیب ہوتی ہے اُسی کو شہید کہتے ہیں۔ پھر اسے موت نہیں آتی خواہ وہ قتل ہو جائے، اس کا جسم ٹکڑوں میں کٹ جائے، اُسے آپ گٹھڑی میں باندھ کر قبر میں دفن کر دیں لیکن وہ موت کی رسائی سے بالاتر ہوتا ہے۔ وہ لوگ دنیا میں بھی زندہ ہوتے ہیں قبروں میں بھی زندہ ہوتے ہیں، آخرت میں بھی حیات انہی کو نصیب ہوگی۔ وہ جو سلطان باہوؒ نے فرمایا تھا۔

نام فقیر جنہاں دا باہو
قبر اُنہاں دی جیوے ہو

یعنی اللہ کی اطاعت یا اللہ کی غلامی یا نبی ﷺ سے تعلق اس بندے کا ہے، جس کی قبر بھی زندہ ہو۔ چونکہ جو حیات اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے ملتی ہے وہ دائمی اور ابدی ہوتی ہے اُسے زوال نہیں آتا۔

تو فرمایا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ استجابت کیا ہوتی ہے؟ بات کو سننا، سمجھنا، دل سے ماننا اور اس پر عمل کرنا۔ یہ چار چیزیں ہوں تو استجابت ہوتی ہے۔ تو اُردو میں ترجمہ تو سادہ سا اس کا ہو جاتا ہے یہاں لکھا ہوا ہے اے ایمان والو! اللہ اور اس کے پیغمبر کے ارشاد کو

بجالایا کرو، پوری تندہی سے اطاعت کیا کرو۔ اب ہمیں اپنا اپنا حال دیکھنا ہے۔ ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہم ہمیشہ دوسروں کو دیکھتے ہیں حالانکہ جواب ہمیں اپنا دینا ہے۔ میں نے اپنا دینا ہے، آپ نے اپنا دینا ہے لیکن عجیب مصیبت ہے کہ ہم دوسروں کو دیکھتے ہیں کہ فلاں یہ غلطی کر رہا ہے، فلاں یہ غلطی کر رہا ہے۔ کبھی یہ معیار ہم اپنے اوپر بھی apply کریں کہ میں کیا کر رہا ہوں، کتنا کام میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کے مطابق کر رہا ہوں اور کتنی باتیں کتنا کام کتنے اشغال ہیں جو شریعت مطہرہ کے خلاف کر رہا ہوں۔ تو فرمایا شریعت کی مخالفت چھوڑ دو اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پورے خلوص سے بجالاؤ۔ سنو، سمجھو، یقین کرو اور اس پر عمل کرو۔ اس لئے کہ جب وہ تمہیں بلاتے ہیں تو زندگی عطا کرنے کیلئے بلاتے ہیں اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ تاکہ وہ تمہیں حیات عطا کریں۔

اُمت مرحومہ میں آپ ﷺ آخری نبی ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ نبوت تمام ہوئی۔ قرآن آخری کتاب ہے کوئی نئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔ تو اُمت کو اللہ نے محروم نہیں رکھا۔ اُمت میں اولیاء اللہ، علمائے حق اور مشائخ پیدا فرمائے جو نائب رسول ہوتے ہیں جو اس بارگاہ کے قاصد ہوتے ہیں۔ اور شیخ کا مطلب بھی یہی ہے۔ شیخ بھی وہی ہے جس کے پاس جائیں تو حیات نصیب ہو۔ یہ جو ہم نے پیری مریدی کا رواج بنالیا ہے کہ ہم گئے پیر کو پیسے دے دیئے، شیرینی دے دی، فارغ ہو گئے اور یہ سمجھا کہ اب میں جو گناہ بھی کرتا رہوں پیر صاحب بچالیں گے۔ میری جگہ وہ گناہ بھگتیں گے۔ یہ درست نہیں ہے بلکہ شیخ کی اطاعت بھی اس آیت کے تحت واجب ہو جاتی ہے لیکن تب جب شیخ نبی ﷺ کی بات پہنچائے۔ شیخ کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ شیخ اس بارگاہ کا خادم ہے اس لئے شیخ کی اطاعت ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی خلاف شریعت حکم دے تو اُسے نہ ماننا بلکہ اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور کوئی شیخ خلاف شریعت حکم نہیں دیتا۔ جو لوگ خلاف شریعت احکام دیتے ہیں وہ شیخ ہوتے ہی نہیں وہ نقلی بنے ہوتے ہیں۔ اور شیخ کی پہچان بھی یہی ہے کہ وہ برکات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے دلوں میں ایک حیات نو پیدا کر دے دل زندہ کر دے، روح کو ایک حیات نو نصیب ہو اور وہ بجائے دنیاوی لذتوں، دنیاوی اقتدار اور دنیاوی مفادات کے پیچھے بھاگنے کے اللہ کے جمال کا طلبگار بن جائے۔ ایسا شخص جو تمہارے دل میں وہ سوز پیدا کر دے کہ تم جمال الٰہی کے طالب بن جاؤ، اللہ کی رضا کے طالب بن جاؤ۔ وہ بندہ شیخ ہے۔ اور اگر یہ کیفیات تمہیں نصیب نہ ہوں تو، ایسے نقلی لوگ بہت ملتے ہیں جو کہتے ہیں کہ محض رسماً اتنی تسبیحات پڑھا کرو تم خلیفہ ہو تم بھی بیعت لیا کرو۔ کمال ہے وہ خلیفہ بن جاتے ہیں جبکہ عملی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کوئی کیفیت دل میں نہیں آتی، کوئی مراقبہ انہیں حاصل نہیں ہوتا، انہوں نے کسی سے کوئی توجہ حاصل نہیں کی ہوتی، ان کے کوئی انوارات نہیں ہوتے۔ تو شیخ اگر نبی کریم ﷺ کا نائب ہے تو اس کا ذمہ داری یہ ہے کہ لوگوں کو حیات بخشے۔

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ فرمایا اس پر ایک بات اور یاد رکھیں۔ علماء نے اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں دو معنی لئے ہیں۔ ایک معنی یہ ہے جو سامنے لکھا ہوا ہے اور یہ جان رکھو

کہ اللہ اس کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتے ہیں، حائل ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ یعنی اگر گستاخی کی جائے اللہ کے حبیب ﷺ سے اللہ کے رسول سے اور اللہ کے رسول کے احکام کی پرواہ نہ کی جائے تو غیرت الٰہی کا تقاضہ یہ ہے کہ پھر نیکی اور تمہارے دل کے درمیان اللہ آڑ بن جاتے ہیں۔ پھر تمہیں نیکی کبھی نصیب نہیں ہوتی۔ یعنی یہ کوئی معمولی جرم نہیں ہے کہ ہم نے احکام شریعت کی پرواہ نہیں کی۔ نبی کریم ﷺ کے ارشادات عالیہ کی پرواہ نہیں کی تو خیر ہے۔ فرمایا خیر نہیں ہے یہ بہت بڑا جرم ہے پھر اس کی سزا یہ ہوتی ہے کہ اللہ کبھی تمہیں نیکی سمجھنے کی توفیق ہی نہیں دیتے۔ تمہارے دل اور نیکی کے درمیان آڑ بن جاتے ہیں۔ وَ اَنَّہٗۤ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ اور یہ یاد رکھو کہ تمہیں واپس اللہ کی بارگاہ میں جمع ہونا ہے۔

دوسرا معنی علمائے تفسیر نے یہ لیا ہے کہ وَ اعْلَمُوْۤا جان رکھو کہ جب تم نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرو گے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی دعوت پر لبیک کہو گے اور خلوص دل سے عمل کرو گے اِنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ اللہ گناہوں اور جرائم سے خود تمہیں بچالے گا۔ تمہارے دل اور گناہوں کے درمیان خود رکاوٹ بن جائے گا۔ تمہارا دل گناہوں کو قبول نہیں کرے گا۔ دونوں معنی درست ہیں۔ عربی قواعد کے لحاظ سے بھی اور الفاظ کے لحاظ سے بھی دونوں معنی درست ہیں۔ معنی کے حساب سے بھی دونوں معنی مبارک ہیں۔ ہوتا ہی ایسا ہے کہ کسی کو بارگاہ رسالت ﷺ سے نسبت نصیب ہو جائے، دل زندہ ہو جائے تو دل میں گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ ایک آڑ بنا دیتے ہیں کہ وہ دل گناہ کی طرف نہیں جاتا۔ اور اگر گستاخی ہو بارگاہ رسالت ﷺ کی تو توبہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور بندہ مرتے دم تک گناہوں میں لتھڑا رہتا ہے اور اسی میں موت کی نذر ہو جاتا ہے اور فرمایا یاد رکھو! تم لوگوں نے ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہنا۔ مر کر فنا بھی نہیں ہونا، تمہیں لوٹ کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے جہاں محاسبہ یہی ہوگا کہ زندگی میں نے دی تھی کس کی پسند پر خرچ کی؟ میری پسند پر، میرے نبی ﷺ کی پسند پر یا اپنے نفس کی پسند پر یا اپنی خواہشات پر زندگی اجاڑ کر آ گئے ہو۔ وَ اتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ اور اس مصیبت اور فتنے سے ڈرتے رہو جو خاص طور پر بدکاروں پر نہیں آئے گا۔ یعنی جو قومیں برائی کرنے والوں کو برائی سے منع نہیں کرتیں اور برائی کو قبول کر لیتی ہیں، چوروں ڈاکوؤں کو عزت دیتی ہیں، بدکاروں اور لٹیروں کو چوہدری اور ملک اور خان سمجھنے لگتی ہیں اور ان کو معاشرہ قبول کر لیتا ہے تو فرمایا پھر جو مصیبتیں آتی ہیں وہ صرف بدکاروں پر نہیں آتیں ان پر بھی آتی ہیں اُس معاشرے پر بھی آتی ہیں جس نے ان بدکاروں کو قبول کر رکھا ہے۔

اس مصیبت سے اس فتنے سے ڈرتے رہو جو خاص کر صرف بدکاروں پر نہیں آئے گا بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ ہمیں اب کون سمجھائے، اللہ ہمیں توبہ کی توفیق دے اور معاف کر دے، ہم تو اس فتنے کی لپیٹ میں ہیں۔ نہ مساجد محفوظ ہیں، نہ عبادت خانے، نہ گھر محفوظ ہیں نہ باہر، نہ بازار محفوظ ہیں نہ عدالتیں، ہر جگہ لوگ مارے جا رہے ہیں، لوٹے جا رہے ہیں، مال چوری ہو رہا ہے، عزتیں لٹ رہی ہیں۔ کیا عجیب حال ہے کہ چالیس چالیس پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ سو، ایک سو بیس بندہ ایک

شہر میں قتل ہو جاتا ہے اور آرام سے ایک جملہ لکھ دیا جاتا ہے نامعلوم قاتلوں نے قتل کر دیا۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہ کیا ہے؟ عذاب الٰہی ہے اور کیا ہے۔ عجیب و غریب بیماریاں آ جاتی ہیں جن کا کبھی کسی نے نام نہیں سنا ہوتا۔ قحط سالی پڑ جاتی ہے، بارش کے قطرے کو ترس جاتے ہیں، بارش ہوتی ہے تو سیلاب آ جاتے ہیں یا خشک سالی سے لوگ مرتے رہتے ہیں یا پانی میں غرق ہو کر مرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یعنی کسی طرح کی خیر کی خبر نہیں آتی۔ کوئی نہ کوئی بربادی آ جاتی ہے تو یہ کیا ہے؟ یہ ایک عمومی عذاب ہے جو بدکاروں کی طفیل آیا اور اُس نے اُس پوری قوم کو لپیٹ میں لے لیا جس نے بدکاروں کی بدکاری قبول کر رکھی تھی۔ ہمیں اس پر زیادہ بحث کرنے، سمجھنے سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس کو بھگت رہے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں معاف فرمائے، فرمایا ڈرو اُن فتنوں سے، ایسے وبال سے ڈرو جو خاص کر بدکاروں پر ہی واقع نہیں ہوگا بلکہ برائی کو قبول کرنے والی پوری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور یہ بات بھی یاد رکھو اللہ بہت سخت عذاب دینے والا ہے۔ جب اللہ کے عذاب آتے ہیں تو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں۔ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا کہ عذاب الٰہی میں کتنی شدت ہوتی ہے۔ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر بات ہے۔ لہٰذا جب دامان رسالت ﷺ موجود ہے اللہ کا قرآن موجود ہے تو ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ اتنی بڑی پناہ کے ہوتے ہوئے عذاب الٰہی کی دھوپ میں جل رہے ہیں اور اس کے سائے میں نہیں آتے۔ کیا ہوگا، کوئی کتنا کھا لے گا؟ کتنی دولت جمع کر لے گا، کتنے عہدے حاصل کر لے گا، پھر اگر اس کی قسمت میں ہوا تو اُسے دو گز زمین مل جائے گی ورنہ شاید وہ بھی نہ ملے۔

نصف صدی تک قذافی ملک پر بلا شرکت غیرے حکومت کرتا رہا۔ نجانے اس نے کتنی دولت جمع کی ہوگی، بیالیس پینتالیس سال نصف صدی بن جاتی ہے۔ لیکن آخر کار موت آئی اور اس بے رحمی سے آئی کہ خون میں لتھڑا ہوا جسم برہنہ پڑا تھا اور کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ اور وہ جسم جس کی خاطر اس نے بڑے بڑے محل تعمیر کئے اور بڑی بڑی آسائشیں حاصل کیں اُسے خراب ہونے سے بچانے کے لئے سبزی منڈی کا جو ریفریجریٹر تھا جس میں سبزی ٹھنڈی رکھی جاتی تھی دو دن اس کی لاش اس میں پڑی رہی۔ کیا یہ عبرت کے لئے کافی نہیں ہے؟ خود یہاں ہمارے پاکستان میں بڑے بڑے لوگوں کا انجام کیا ہوا؟ بڑے بڑے نعرے، بڑے بڑے ہجوم، بڑی مخلوق پھر انجام کیا ہوا۔ تو میرے بھائی! فرمایا کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ جو قومیں برائی کو قبول کر لیتی ہیں سمجھوتہ کر لیتی ہیں اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم ہمیشہ بدکاروں سے سمجھوتے کرتے ہیں ہر برے آدمی کو ووٹ دے کر اوپر پہنچاتے ہیں۔ کسی شریف آدمی کو کوئی ووٹ تک دینے کو تیار نہیں ہوتا پھر عوام بھگتتے ہیں اور پھر روتے ہیں۔ تو فرمایا ان عذابوں سے ڈرتے رہو جو خاص کر صرف ظالموں پر ہی نہیں آئیں گے بلکہ جو قومیں ظلم کو قبول کر لیتی ہیں وہ ساری قومیں لپیٹ میں آ جاتی ہیں۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے عذاب بڑے شدید ہوتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہماری توبہ قبول فرمائے اور اپنی اور اپنے نبی ﷺ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

24 اگست 2011ء

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عموماً اس مجلس میں سوال جواب ہی ہوا کرتے تھے۔ گذشتہ اجتماعات میں پہلے دلائل السلوک کی شرح ہوتی رہی پھر مسائل السلوک کی تو یہ دونوں کتابیں چونکہ اس موضوع پر بنیادی اور ضروری تھیں الحمدللہ۔ اللہ کریم کا احسان ہے کہ ان کی شرح ہوگئی۔ ان شاءاللہ یہ آسان زبان میں ہو جائیں گی بے شمار لوگوں کے کام آئیں گی۔ آپ کا یہ ایک دن سوال جواب کا رہ گیا تو اس میں ساتھیوں کے دو سوال ہیں۔ ایک سوال کسی نے زبانی کیا، لکھ کر نہیں دیا۔ وہ بنیادی سوال ہے۔

سوال یہ تھا کہ یہ توجہ کیا ہوتی ہے؟ اور بہت سے ساتھی یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں فلاں کام تھا جو آپ کی توجہ سے ہو گیا یا آپ کی توجہ سے مجھے کام مل گیا، نوکری مل گئی۔ میرا بیٹا بیمار تھا آپ کی توجہ سے اللہ نے اسے صحت دے دی تو یہ توجہ کیا ہے؟

ایک دفعہ یہ سوال مجھ سے ہمارے اسکول کے ایک بزرگ استاد نے پوچھا تھا۔ عمر رسیدہ تھے سفید ریش ہو چکے تھے۔ بڑے اچھے مزاج کے اور بڑی نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ صاف ستھرے کپڑے، سفید پگڑی، شفاف کُلّے پہ باندھا کرتے تھے اس وقت کا تو رواج تھا کہ شریف آدمی پگڑی کُلّے پہ باندھا کرتے تھے۔ اب تو کُلّہ کیا پگڑی ہی چلی گئی۔ تو ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ توجہ کیا ہے؟ کہنے لگے میں جوان تھا فلاں بزرگ کے پاس گیا تھا تو انہوں نے فرمایا تھا کہ تمہاری طبیعت بہت اچھی ہے مگر تمہیں توجہ کی ضرورت ہے۔ تو وقت گزر گیا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن ابھی تک وہ بات میرے دل میں کھٹکتی ہے کہ یہ توجہ کیا ہے؟ اگر طبیعت اچھی ہے تو توجہ کیا ہے؟ غالباً میں آٹھویں یا ساتویں میں پڑھتا تھا، مڈل میں تھا میں نے بھی سن لیا لیکن سمجھ نہیں آئی۔ کوئی جواب بھی نہ دیا۔ کل پھر یہ سوال کسی نے کیا کہ توجہ کیا ہے اس کی حقیقت بتائیں۔ ساتھی نے تو کہا تھا میں لکھ کر بھیج دوں گا۔ شاید اسے یاد نہیں رہا مجھے یاد رہ گیا۔

توجہ تصوف کی اصطلاح ہے۔ اُردو لغت میں لفظ توجہ کا معنی ہے متوجہ ہونا، کسی چیز کی طرف ارادتاً غور کرنا یا اس کی طرف رخ کرنا، اس کے بارے سوچنا۔ اصطلاح تصوف میں توجہ کہتے ہیں جب شیخ ارادتاً اپنی واردات قلبی کو کسی طالب کے قلب میں اتارنا چاہتا ہے تو اس کام کو توجہ کہتے ہیں۔ شیخ کے دل میں جو انوارات

ہیں، کیفیات ہیں ان انوارات کو جب کسی طالب کے قلب پر ارادتاً القا کرتا ہے کہ اسے فائدہ ہو یا اس کے دل میں یہ جاگزیں ہوں تو اسے توجہ کہتے ہیں۔ اب یہ چیزیں دو طرح سے ہوتی ہیں۔ جس طرح ذکر کرایا جاتا ہے، لطائف کرائے جاتے ہیں لطائف پہ توجہ ہو رہی ہے۔ مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ مراقبات کرانے والا شیخ طالبین پر توجہ کر رہا ہے۔ توجہ کرنا ایک کام ہے اور قبولیت کی استعداد ہونا دوسری بات ہے۔ شیخ توجہ کرتا ہے سو آدمی ہیں، پچاس آدمی ہیں، پانچ سو آدمی ہیں۔ وہ جب توجہ کرتا ہے تو اس میں تمیز نہیں کرتا کہ کسی پر زیادہ ہو یا کسی پر کم ہو۔ توجہ ایک سطح کی ہوتی ہے۔ شیخ کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے جتنا سلوک میں اس کا مقام و مرتبہ ہے یا جتنی طاقت اس کے قلب میں ہے جتنی کیفیات اس کے قلب میں ہیں ان کے مطابق توجہ ہوتی ہے اور سب پر یکساں ہوتی ہے۔ فائدہ کسی کو کم کسی کو زیادہ ہوتا ہے تو یہ کیوں ہوتا ہے؟ وہ اس کی اپنی قبولیت کی استعداد ہے کہ اس نے اپنے دل کو کتنا صاف کیا ہے کتنا مجاہدہ کیا ہے اور اس کے دل میں قبولیت کی کتنی استعداد ہے۔ جس قلب میں جتنی استعداد ہوا تنا وہ سمیٹ سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بارش کی مثال دی ہے کہ جب بارش برستی ہے تو یکساں برس جاتی ہے جو زمین زرخیز ہوتی ہے اس میں پھل پھول کھیتیاں اگتی ہیں اور جو زمین گندگی سے اٹی ہوتی ہے اس کی سڑاند اور بڑھ جاتی ہے۔ کلر والی زمین پر بارش ہوتی ہے تو اور زیادہ کلر نکل آتا ہے۔ تو توجہ کا اثر بھی یہ نہیں ہوتا کہ وہ کلر کو مٹا دے جو کلر والی زمین ہے اس کا کلر جس کی زمین ہے اس نے مٹانا ہے۔ توبہ اُسے مٹائے گی اس کا رجوع الی اللہ اسے مٹائے گا۔ ہاں توبہ کرنے میں، رجوع الی اللہ کرنے میں توجہ معاون بن جاتی ہے، محرک بن جاتی ہے۔ بندے کا دل چاہتا ہے توبہ کرے، اپنی اصلاح کرے۔ جب شیخ ارادتاً کرے تو یہ توجہ ہوتی ہے سالک کے جب قلب کا شیخ کے قلب کے ساتھ رابطہ بن جائے تو شیخ ارادہ کرے یا نہ کرے من جانب اللہ چیزیں قلب سے قلب کو سفر کرتی رہتی ہیں۔ کیفیات قلب سے قلب کو آتی جاتی رہتی ہیں۔ یہ توجہ نہیں ہوتی اسے آپ برکت کہہ سکتے ہیں۔ توجہ وہ ہوتی ہے جو بالا رادہ کرتا ہے۔ باقی بے شمار چیزیں برکات سے ہوتی ہیں اور برکات کو پہنچانا اللہ کریم کا کام ہے۔ جیسے سورج نکلتا ہے تو چیونٹی سے لے کر ہر چیز تک بڑے سے بڑے جانور تک، درخت، فصلیں ہر چیز اس سے فائدہ حاصل کرتی ہے۔ کہیں کھیتیاں اگتی ہیں، کہیں فصلیں پکتی ہیں، پھل پکتے ہیں، چیونٹی کے انڈے بھی سورج کی دھوپ میں سینکے جاتے ہیں۔ جبکہ سورج کو کوئی پتہ نہیں کہ کہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہ اپنی روش پر جو اللہ نے اسے حکم دیا ہے جو راستہ متعین کر دیا ہے وہ اس راستے پر چل رہا ہے چلتے رہنا اس کا کام ہے۔ اب اس سے کیا کیا فائدے ہو رہے ہیں اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اللہ کریم کا اپنا نظام ہے کہ اس کی کون سی شعاع کہاں پہنچاتا ہے اور اس سے کیا کام لیتا ہے۔ اسے برکت کہا جا سکتا ہے۔ برکت من جانب اللہ ہوتی ہے۔ تو یہ کہنا کہ آپ کی توجہ سے میرا یہ کام ہو گیا یہ نہ صرف یہ کہ یہ جائز نہیں بلکہ یہ شرک ہے۔ کوئی کسی کے کسی کام نہیں آ سکتا، سب کے کام وہ مالک الملک کرتا ہے۔ ساری دنیا کا نظام وہ اکیلا چلا رہا ہے۔ کسی نظام میں، کسی کی صحت، کسی کی بیماری، کسی کے مالدار، کسی کے غریب، کسی کے چھوٹا بڑا ہونے میں، مخلوق میں سے کسی کو کوئی دخل نہیں۔ یہ سارے کام وہ

وحدہٗ لاشریک کرتا ہے اور یہی توحید باری ہے۔ ہاں! نیک لوگوں کے ساتھ رہنے سے برکات نصیب ہوتی ہیں اور برکات من جانب اللہ ہوتی ہیں، اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے کچھ فرشتے ایسے پیدا فرمائے ہیں جو صرف ذکر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اُن کی عبادت بھی ذکر ہی سننا اور ذکر میں بیٹھنا ہے اور ان کی غذا بھی ذکر ہی ہے اور ان کی نیند بھی ذکر الٰہی ہے۔ تو وہ سرگرداں رہتے ہیں کہ کہیں ذکر الٰہی ہو رہا ہو تو وہاں پہنچ جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کچھ لوگ بیٹھے ذکر الٰہی کر رہے ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو خبر ہوتی ہے تو وہ دوسروں کو بتاتا ہے کہ یہاں آجاؤ یہاں کام ہو رہا ہے۔ پھر وہ وہاں اکٹھے ہونا شروع ہو جاتے ہیں اگر وہ لوگ دیر تک ذکر کرتے ہیں تو حضور ﷺ کے ارشاد عالی کا مفہوم ہے کہ وہ جمع ہوتے جاتے ہیں حلقہ بن جاتا ہے جو بعد میں آتے ہیں وہ اوپر سے جھانکتے ہیں اور پیچھے سے اور آتے ہیں۔ اگر وہ زیادہ دیر تک ذکر کرتے رہیں تو بعض اوقات وہ اکٹھے ہوتے ہوتے۔ آسمانوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب ذکر ختم ہوتا ہے وہ بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ تم لوگ کہاں تھے؟ تو عرض کرتے ہیں یا اللہ! تیرا ذکر ہو رہا تھا ہم وہاں حاضر تھے۔ تو ارشاد ہوتا ہے تم گواہ رہو جتنے بندے میرا ذکر کر رہے تھے میں نے سب کو بخش دیا۔ تو فرشتوں میں سے کوئی عرض کرتا ہے کہ یا اللہ بہت سے لوگ تو تیرے ذکر کے لئے جمع تھے لیکن کچھ لوگ اُن میں وہ تھے جنہیں ان بندوں سے کوئی کام تھا۔ وہ آئے تو وہ ذکر میں مصروف تھے، بات نہیں کر سکتے تھے تو ان کے پاس بیٹھ گئے کہ وہ فارغ ہوں گے تو ان سے بات کریں گے۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں نے یہ فرمایا ہے کہ وہاں جتنے لوگ تھے میں نے بخش دیئے اور یاد رکھو ذاکرین وہ لوگ ہیں بخاری شریف کے الفاظ ہیں لَا یَشْقٰی بِھِمْ جَلِیْسُھُمْ او کما قال رسول اللہ ﷺ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔ جو اپنے کام سے آئے اور ذکر میں بیٹھ گئے ان کو بھی میں نے بخش دیا۔ ذاکرین کو تو یہ نہیں پتہ تھا کہ جو لوگ کام سے آئے تھے اور بیٹھ گئے اور بخشے گئے تو یہ کیا ہے؟ یہ توجہ نہیں ہے یہ برکت ہے۔

یہ تھوڑا سا، نازک سا اس میں فاصلہ ہے۔ توجہ ہے جو شیخ ارادتاً کرتا ہے۔ اور ارادتاً صرف شیخ ایک کام کر سکتا ہے یعنی جو کیفیات اس کے پاس ہیں وہ اللہ کے طالبوں کے قلوب میں منتقل کر دے۔ شیخ کسی کو بیمار نہیں کر سکتا، کسی کو صحت نہیں دے سکتا، ارادتاً کسی کی روزی نہیں بڑھا سکتا۔ ہاں دعا کر سکتا ہے اور وہ کوئی بھی کر سکتا ہے۔ آپ بھی کر سکتے ہیں، میں بھی کر سکتا ہوں، شیخ بھی کر سکتا ہے، طالب بھی کر سکتا ہے۔ دعا کیلئے اللہ کا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن اللہ کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا اور ایک بات یاد رکھیں اگر کوئی واقعی شیخ ہے صوفی ہے تو اسے فنا حاصل ہوگی اپنی ذات سے بات نہیں کرے گا اسے وہی بات پسند ہوگی جو اللہ کریں گے۔ شیخ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اللہ کا شریک بن گیا، اللہ کی جگہ اس نے کاروبار جہاں سنبھال لیا ہے یہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ نہ کہا جائے کہ شیخ کی توجہ سے میرے بیٹے کو صحت مل گئی، شیخ کی توجہ سے مجھے گھر مل گی۔ یہ شرک ہے۔ بندہ ایمان سے جاتا رہتا ہے۔ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں نیک بندے یا بزرگ کی برکت سے مجھے صحت ہوگئی۔ توجہ

اور برکت میں فرق ہے۔ برکت، صاحب برکت کو پتہ نہیں ہوتا، جس طرح سورج کو اپنی برکات کی خبر نہیں اسی طرح صاحب برکت کو خبر نہیں ہوتی۔ برکات من جانب اللہ ہوتی ہیں جیسے ذاکرین کے پاس آئے اور بخشے گئے۔ اپنے کام سے آئے تھے دنیاوی کام تھا ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور بخشے گئے۔ یہ کیا ہے۔ یہ برکت ہے۔ برکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کے نام کی برکت سے، دعا کی برکت سے، فلاں بزرگ کی دعا کی برکت سے مجھ سے یہ مصیبت ٹل گئی۔ یہ درست ہے کیونکہ برکت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ توجہ صرف اصطلاح تصوف میں ایک کام کے لئے ہے کہ جو برکات شیخ کے قلب میں ہیں وہ طالب کے قلب میں القا کرنے کے لئے جو ارادہ کرتا ہے کہ یہ برکات اس تک پہنچیں اُس ارادہ کو توجہ کہتے ہیں اور غیر ارادی طور پر کوئی شخص آ کر کسی شیخ کی مجلس میں بیٹھتا ہے اسے کوئی نیکی نصیب ہو جاتی ہے اچھی بات سنتا ہے یا اس میں کوئی مثبت تبدیلی آ جاتی ہے تو یہ بھی توجہ نہیں، یہ برکت ہے۔ اور برکت اللہ کے نام کی ہے اور اللہ کی طرف سے ہے۔

سوال نمبر 2: یہ علامہ اقبال کا شعر کسی ساتھی نے لکھا ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

فرماتے ہیں اس کی تشریح فرما دیں۔

جواب: بھئی آپ نے مجھے کب سے ادیب و شاعر سمجھ لیا ہے۔ میں شعروں کی تشریح کروں۔ یہ تو بڑے بڑے دانشوروں کا کام ہے۔ دانشوروں کی تو داڑھی مونچھ صاف ہوتی ہے، بال پریشان ہوتے ہیں، آنکھیں ویران ہوتی ہیں، دانت گرے ہوتے ہیں۔ یہ حلیہ ہوتا ہے دانشوروں کا۔ مجھ میں کوئی یہ بات ہے؟ بڑی بڑی عینکیں ہوتی ہیں وہ دانشور ہوتے ہیں ان سے پوچھا جائے۔

علامہ مرحوم کی کچھ شاعری غیر مطبوعہ ہے جو ان کے پہلے عہد کی ہے اور وہ فضول سی ہے۔ پھر کچھ عرصہ علامہ کو شیعوں سے بھی شغف رہا اور ایک حد تک شیعہ بھی رہے۔ کچھ شاعری اس عہد کی ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ کریم نے انہیں توفیق عطا فرمائی اور وہ اللہ کی طرف آ گئے جو میں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک کروڑ مرتبہ درود شریف پڑھا تھا۔ بہت درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ اس کے بعد جتنی ان کی شاعری، جو پانچ چھ کتابیں اب معروف ہیں یہ تقریباً ساری انہوں نے قرآن اور حدیث ہی منظوم کی ہے۔ قرآن ہی کی شرح ہے یا حدیث کی شرح ہے۔ کوئی کوئی شعر پرانا بھی اس میں آ جاتا ہے لیکن الا ماشاءاللہ کوئی چند اشعار اس سابقہ دور کے آ جاتے ہیں جو اس میں شائع ہو گئے ہیں۔ باقی یہ ساری شاعری قرآن و حدیث کی شرح ہے۔ اور یہ ان کی خوش نصیبی تھی اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ علامہ مرحوم کی داڑھی بھی تھی، با قاعدہ مجاہدہ کرتے تھے، اللہ اللہ کرتے تھے، درود شریف پڑھتے اور داڑھی بھی تھی لیکن آج تک کوئی داڑھی والا فوٹو کسی نے نہیں دکھایا۔ ہمارے حلقے کے ایک ساتھی بھی تھے قریبی عزیز بھی تھے منارے کے حاجی خدا بخش مرحوم، اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔ بڑے پکے ساتھی تھے اور بڑے پکے ذاکر تھے۔ وہ مجھے ذاتی طور پر بتایا کرتے تھے کہ علامہ کی جب وفات ہوئی تو وہ لاہور میں تھے۔ ہمارے منارے میں صفیں بنتی تھیں اور جائے نماز بنتے تھے لوگ یہاں سے خرید لیتے اور پورے ملک میں چل پھر کر بیچا کرتے تھے۔ تو وہ کہنے لگے کہ میں

بیچنے کے لئے صفیں لے کر لاہور گیا تھا۔ مساجد کے لئے لوگ خریدتے تھے۔ علامہ کی وفات ہوگئی میں نے جنازہ بھی پڑھا اور میں نے ان کا چہرہ بھی دیکھا تو انہوں نے داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ وہ اس بات کے عینی گواہ تھے لیکن شاید ہمارے دانشوروں کو اور ہمارے معاشرے کو یہ بات پسند نہیں ہے اس لئے کوئی بھی ان کی داڑھی والی تصویر نہیں دکھاتا ان کے فرزند ارجمند کو بھی داڑھی کھٹکتی ہے، پسند نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انہوں نے داڑھی میں کوئی تصویر بنوائی ہی نہ ہو اور اگر ہے تو کوئی دکھاتا نہیں ہے۔

اس شعر میں انہوں نے بڑے کام کی بات کہی ہے اور بڑی مشکل کر دیا ہے، بندے کو پھنسا دیا ہے کہ مومن قاری نظر آتا ہے۔ دکھائی تو یہ دیتا ہے کہ مومن قرآن پڑھتا ہے۔ حقیقت میں ہے قرآن۔ دراصل وہ قرآن صرف پڑھتا نہیں اس کا ہر عمل قرآن کی تعبیر ہے۔ وہ سوچتا ہے تو قرآن کے مطابق، بولتا ہے تو قرآن کے مطابق، رشتے ناطے کرتا ہے تو قرآن کے مطابق، روزی کماتا ہے تو قرآن کے مطابق، عبادت کرتا ہے تو ایسے جیسے قرآن نے حکم دیا ہے۔ یعنی اس کی ہر حرکت وسکون قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن دیکھنے میں قرآن کا قاری ہے قرآن ایک الگ کتاب ہے وہ پڑھنے والا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بندہ مومن ہی قرآن ہے اس کی زندگی ساری قرآن کی تعبیر وتفسیر بن جاتی ہے۔ اور حق یہی ہے کہ انہوں نے قرآن کی تفہیم اور سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ اور مومن کی تعبیر وتفسیر کر دی کہ مومن کون ہے۔ فرمایا وہ جس کا عقیدہ، سوچ، فکر قرآن کے مطابق ہو جس کا ہر عمل قرآن کے مطابق ہو تو انہوں نے تو میرے خیال میں بڑا مشکل نہیں کر دیا؟

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

کہ لوگ اسے قاری سمجھتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والا بندہ ہے لیکن حق یہ ہے کہ مومن سرتاپا قرآن ہی کی تعبیر بن جاتا ہے۔ ہر کام ویسے کرتا ہے جیسے کرنے کا حکم قرآن نے دیا۔ اور مومن ہے ہی وہی کہ جو کام کر رہا ہو دیکھ کر پتہ چلے کہ یہ کام شریعت کے مطابق ہے، بندہ یہ شریعت سے باہر نہیں جاتا۔

سوال: یہ دوسرا سوال تقریباً اسی طرح کا ہے یعنی توجہ سے ہی متعلق ہے کہ اگر کسی ساتھی کو سلسلہ عالیہ کے معروف طریقے کے مطابق روحانی بیعت کے لئے پیش نہ کیا گیا ہو نہ روحانی بیعت ہوئی ہو تو کیا ممکن ہے کہ کسی کو اور طریقے سے بیعت ہوگئی ہو؟ ایک ساتھی موجود ہے جو کہتا ہے کہ حضرت جی نے روحانی طور پر میری بیعت کرا دی اور منازل بھی کرا دیئے ہیں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: میرے بھائی بات یہ ہے کہ بغیر شیخ کی توجہ اور ارادے کے کہ وہ توجہ کر کے ارادتاً مراقبہ کرائے، مراقبہ نہیں ہوسکتا۔ قلب سے احدیت تک پچاس ہزار سال کا فاصلہ ہے اور یہ پچاس ہزار سال روح کی رفتار سے ہیں۔ ایک تو یہ فاصلہ ہے جو ہم میلوں میں ناپتے ہیں۔ ایک فاصلہ آپ سب پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں کہ نوری سال کا ہے کہ روشنی کس رفتار سے جاتی ہے۔ روح اور فرشتے کی رفتار اس سے زیادہ تیز ہوتی ہے تو اگر وہ باقاعدہ قدم قدم چل کر جائیں تو پچاس ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ یہ الگ بات کہ اللہ کسی کو یہ توفیق دے دیں کہ آنِ واحد میں وہ وہاں پہنچ جائے تو یہ فاصلہ شیخ

کی توجہ سے طے ہوتا ہے۔ احدیت پہ پہنچ گیا۔ زمین اور سیارے ستارے جو کچھ آسمانوں کے اندر ہے اس کو سارے آسمان محیط ہیں۔ پھر آسمان سات ہیں آگے سدرۃ المنتہیٰ ہے اس سے اوپر جا کر عرش الٰہی جہاں سے شروع ہوتا ہے، احدیت گویا عرش الٰہی کا دروازہ ہے اور فنا بقا اور سالک المجذوبی تک آپ عرش کے ابتدائی حصوں میں چلتے ہیں تو ایک نظر میں ایک توجہ میں احدیت پر پہنچ جانا یہ صرف اللہ کی رحمت اور شیخ کی توجہ سے ممکن ہے۔ پھر احدیت پر اگر شیخ رہنمائی نہ کرے اور بندہ ساری زندگی مجاہدہ کرتا رہے چلتا رہے تو اس میں اتنی وسعت ہے کیونکہ وہ سارے آسمانوں کو محیط ہے۔ اگر اس میں تھوڑا سا دائیں یا بائیں چل پڑے تو کئی عمریں اسے ملیں اس دائرے میں گھومتا رہے تو آگے نہیں جا سکتا۔ یہ شیخ کی برکت ہوتی ہے کہ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اس دائرے کو عبور کر کے اگلے دائرے میں لے جائے۔ تو اس طرح پھر معیت کا دائرہ احدیت کو محیط ہے کائنات کے گرداگرد اگر اس کی چوڑائی میں بندہ پڑ جائے اور کئی عمریں ملیں چلتا رہے تو اسی میں گھومتا رہے گا۔ تو یہ بغیر شیخ کی توجہ کے نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کو ماں نے خواب میں کھانا کھلا دیا اچھا بستر لگا دیا تو کیا صبح اٹھے گا تو پیٹ بھرا ہوا ہوگا؟ اسی طرح کشفاً شیخ نے کچھ کرا دیا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے بلکہ اس کی تعبیر یہ لینی چاہیے کہ اسے تاکید کی جا رہی ہے کہ یہ کام کرو۔ اگر کسی کو کشفاً یا خواب میں نظر آتا ہے کہ شیخ نے اسے مراقبات کرا دیئے ہیں یا بیعت کرا دی تو اس خواب کی یا اس کے کشف کی تعبیر یہ ہے کہ یہ کرنے کا کام ہے یہ کرو تم کن جھمیلوں میں پڑے ہوئے ہو۔ اس کی تعبیر یہ نہیں ہے کہ اس کا کام ہو گیا اس طرح کام نہیں ہوتا۔ بغیر شادی کے اولاد نہیں ہوتی کہ شادی نہ کرو خانقاہوں پر پھرتے رہو اولاد ہو جائے گی۔ ہر کام کو کرنے کا ایک طریقہ اور سلیقہ ہوتا ہے اور بغیر شیخ کے ارادے جسے توجہ کہتے ہیں، بغیر اس کے کچھ نہیں ہوگا۔ بلکہ جنہیں صاحب مجاز بنا دیا جاتا ہے اور ایک حد تک اجازت دے دی جاتی ہے کہ تم مراقبات ثلاثہ کرا سکتے ہو تم فنا بقا کرا سکتے ہو ان کا اپنا کچھ نہیں ہوتا ان کے ساتھ بھی توجہ شیخ کی ہوتی ہے جس نے انہیں اجازت دی ہے۔ اور جب چاہے اجازت ختم کر دے ہر چیز ختم ہو جاتی ہے۔

ہم مکہ مکرمہ میں تھے مفتی غلام صمدانی صاحب بزرگ آدمی تھے پرانے علماء میں سے تھے، مفتی تھے۔ پہلے تصوف کے منکر تھے پھر حضرت ؒ کے پاس آ گئے انہیں فنافی الرسول ﷺ حاصل ہو گیا۔ اس دن شام کا ذکر ہو رہا تھا انہیں مشاہدہ بھی نصیب ہو گیا بارگاہ نبوی میں پہنچ گئے تو کھڑے ہو گئے زور زور سے روتے تھے اور چلاتے تھے کون کہتا ہے ایسا نہیں ہو سکتا یہ دیکھو ہو گیا۔ تو پہلے عرش میں ان کے اسباق تھے اور ہم حضرت جیؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے۔ تو مفتی صاحب کہنے لگے کہ حضرت اگر آدمی کے منازل عرشوں تک ہو جائیں تو کیا شیخ پھر بھی روک سکتا ہے کہ اُٹھ جاؤ؟ حضرتؒ نے بات سنی جواب نہیں دیا فرمایا خیال کروا اپنے مراقبے پہ کہاں کھڑے ہو؟ تو فرمایا ایک بڑا کمرہ سا ہے حضرت جیؒ نے فرمایا، آپ کے سامنے کیا ہے؟ عرض کی میرے سامنے ایک میز پڑی ہے۔ فرمایا اس میز کو پکڑ لیں۔ انہوں نے پکڑ لیا۔ بات ختم ہو گئی۔ وہ وقت گزر گیا واپس آ گئے۔ ایک سال گزر گیا، اگلے سال کا اجتماع آ گیا یہاں منارہ میں اجتماع تھا تو مفتی صاحب تشریف لائے۔ حضرت ؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے میں بھی موجود تھا۔ عرض کرنے لگے

حضرت اب تو سال سے زیادہ ہو گیا ہے مجھ سے وہ میز تو چھڑا دیں۔ تو حضرتؒ نے پوچھا آپ نے ابھی تک چھوڑا نہیں ہے وہیں کھڑے ہو؟ فرمایا نہیں چھوڑ سکتا فرمایا اب مسئلے کی سمجھ آ گئی! کہ شیخ روک سکتا ہے۔ یعنی اب آپ کو مسئلہ تو سمجھ آ گیا ہوگا۔ انہوں نے کہا میں توبہ کرتا ہوں مجھ سے وہ میز چھڑا دیں اور مجھے آگے چلنے کی اجازت دیں۔ تو مجازین جو کام کرتے ہیں ان میں بھی توجہ شیخ ہی کی چلتی ہے۔ آپ موجودہ زمانے کی زبان میں اگر کہیں تو اسے dictatorship کہیں گے۔ یہ totally dictatorship ہے۔ ایک بندے کو اللہ وہ منصب دے دیتا ہے کہ وہ جو چاہے کرے آپ اس پر اعتراض نہیں کر سکتے یہ الگ بات ہے کہ وہ کرتا وہی ہے جو اللہ ان سے کروانا چاہتا ہے۔ جن لوگوں کو یہ منصب دیتا ہے ان کا تعلق اللہ سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں کرتے، اللہ کی رضا کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن فرد واحد کی حکومت ہوتی ہے اور جو وہ کہہ دے وہ ہو جاتا ہے کسی کو صاحب مجاز بنا دیا پھر کہہ دے کہ نہیں میں واپس لیتا ہوں میں نے یہ دیکھا ہے پتہ نہیں علماء اس کے بارے کیا سوچیں لیکن میں نے یہ دیکھا ہے کہ ایک بندہ دنیا سے رخصت ہو گیا اپنے مراقبات پورے لے گیا۔ مراقبات بھی اس کے اعلیٰ تھے بالائے عرش تھے، بالائے عرش کے دوائر میں تھا۔ برزخ میں اسے دیکھا بہت مزے میں بہت اللہ کا اس پر احسان ہے اس کے پاس مشروب پڑا ہے ایسے لگتا ہے اس میں سے نور کے شعلے اٹھ رہے ہیں۔ اسی طرح کی اعلیٰ رہائش، برزخ کا سامان۔ پھر ایک دن دیکھا۔ بالکل نجات تھی، عذاب نہیں تھا لیکن جیسے کوئی جھونپڑی میں جھگی والا فقیر بیٹھا ہوتا ہے میلا پھٹا ہوا لباس، کھانے کو کچھ نہیں، پینے کو کچھ نہیں، بھوک پیاس، آپ کو کیا ہو گیا؟ جس ساتھی نے دیکھا اس نے کہا بھئی خیال کرو چلو احدیت پہ چلتے ہیں اس نے کہا وہ زمانے گئے میں تو اب پرواز نہیں کر سکتا مجھ میں تو قوت پرواز نہیں۔ میں تو کہیں نہیں آ جا سکتا۔ اس نے پوچھا آپ کو برزخ میں آ کر کیا ہوا؟ بس مجھ سے ایک غلطی ہو گئی تھی جو شیخ کے علم میں نہیں تھی۔ میرے مرنے کے بعد ان پر وہ بات ظاہر ہوئی تو انہوں نے کہا جو میری برکات ہیں مجھے واپس کر دو جو اپنی ہیں وہ رکھو۔ اپنے پاس ایمان ہی تھا تو بچ گیا۔ باقی سب کچھ چلا گیا۔ اب کسی کو سمجھ آئے یا نہ آئے یہ مشاہدہ ہے میرا برزخ کا۔ اگر برزخ تک اس طرح شیخ کی توجہ مثبت یا منفی اثر کرتی ہے تو پھر دنیا کیا ہے۔ تو یہ کہنا کہ مجھے کشفاً حضرت نے مراقبات کرا دیئے یا کشفاً بیعت کرا دی اس کشف کی تعبیر یہ ہے کہ اسے من جانب اللہ رہنمائی کی جا رہی ہے کہ شیخ کی خدمت میں جاؤ، مجاہدہ کرو، روحانی بیعت حاصل کرو یا اور مراقبات حاصل کرو۔ یہ نہیں کہ شیخ کی توجہ کے بغیر ہو گئے جس طرح خواب میں کسی کو کھانا کھلا دیا جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے اب بھوک نہیں لگے گی۔ سویا ہوا اٹھے گا تو پیٹ بھرا ہوا ہوگا۔ تو خواب کی طرح کشف بھی تعبیر کا محتاج ہوتا ہے۔ اور جو بھی شیخ سلسلہ ہوتا ہے اس فرد واحد کی پسند ناپسند یہ ہوتا ہے۔ وہ بھی انسان ہوتا ہے اسی سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔ معصوم عن الخطا نہیں ہوتا، نبی نہیں ہوتا ولی ہوتا ہے لیکن من جانب اللہ ایک نظام ایسا ہے کہ اللہ کریم اس سے کوئی ایسی غلطی نہیں کرواتے جس سے طالبین کا یا مستحقین کا نقصان ہو۔ کسی کا نقصان ہوتا ہے تو اسی کا ہوتا ہے جس کا ہونا چاہیے۔ جس نے خود کچھ کیا ہوا ہوتا ہے جلد یا بدیر بعض چیزیں لوگ شیخ سے چھپ کر کر لیتے ہیں۔ ایک دفعہ ایک ساتھی سرحد کے تھے بہت پریشان تھے تو میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگے جی میں سرٹیفکیٹ قسم کی چیزیں بینک سے لے لیتا تھا پھر یا ان پر انعام نکلتا تھا یا وہ ضائع ہو جاتے تھے۔ وہ میں نے بہت سے

خرید رکھے تھے میرے وہ ضائع ہوگئے تو میں نے اس سے کہا یہ تو جواء ہے اور حضرت جی تو اس سے منع کرتے ہیں کہنے لگا حضرت سے تو ہم چھپ کر کرتے تھے۔ حضرت کو ہم ایسی چیزیں نہیں بتاتے۔ تو اس طرح کے بعض کام جب ہم چھپ کر کرتے ہیں وہ شرعاً جائز نہیں، وتے وہ شیخ کو پتہ ہوں نہ ہوں بالآخر وہ اپنا رنگ لے آتے ہیں اور سزا مل جاتی ہے۔

تو بہر حال کسی کو اگر کشفاً یا خواب میں یہ معلوم ہو کہ میرے مراقبات ہوگئے یا میری بیعت ہوگئی تو اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کریم کی طرف سے اشارہ دیا جا رہا ہے کہ یہ کرنے کا کام ہے یہ کرو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ کام ہوگیا بلکہ وہ کام کرنے کا اشارہ دیا جا رہا ہے۔

اخذ فیض کے مصادر 24-08-2011

سوال: پانچویں لطیفے پر فیض پانچویں آسمان سے آتا ہے حالانکہ آپ ﷺ روضہ اطہر پر تشریف فرما ہیں۔ مراقبہ روضہ اطہر اور مسجد نبوی میں آپ ﷺ کے قلب اطہر سے فیض روضہ اطہر اور مسجد نبوی شریف میں آتا ہے اس کے بارے میں ارشاد فرمائیں؟

جواب: چھوٹے چھوٹے متشابہات ہیں جو کہ بڑی بات نہیں ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی ذات تو بہت بلند و بالا اور ہماری عقل و قیاس کی حدود سے باہر کی بات ہے۔

منازل سلوک میں ایک خاص مقام پر جب سالک پہنچتا ہے تو من جانب اللہ اسے ایسی قوت نصیب ہوتی ہے کہ وہ ہر مراقبے میں ہر وقت موجود ہوتا ہے اور اسے اصطلاح تصوف میں تعدد امثال کہا جاتا ہے۔ یعنی متعدد مثالیں بن جاتی ہیں وہ جس طرف توجہ کرتا ہے وہ تو الگ بات ہے لیکن جس طرف وہ متوجہ نہیں ہوتا وہاں بھی اس کی روح موجود ہوتی ہے۔ ایک وقت میں آدمی احدیت پہ بھی ہوتا ہے، معیت پہ بھی ہوتا ہے، اقربیت پہ بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ روضہ اطہر پہ بھی ہوتا ہے، مسجد نبوی میں بھی ہوتا ہے، بیت اللہ شریف میں بھی ہوتا ہے، منازل بالا میں بھی ہوتا ہے۔ ایک وقت میں متعدد مقامات پر بلکہ تمام مقامات پر اس کی روح موجود ہوتی ہے اگرچہ بہت اعلیٰ اور بلند منازل پر پہنچ کر یہ کیفیت نصیب ہوتی ہے۔

جہاں تک حضور نبی کریم ﷺ کی ذات عالی صفات کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ اخذ فیض کے مصادر مقرر ہیں۔ مخازن، منبع، چشمے مقرر ہیں۔ جو متقدمین، محققین کی تحقیق ہیں اس میں ضروری نہیں کہ سارے صوفیاء اس پہ متفق ہوں۔ مختلف سلاسل میں اس تحقیق پہ اختلاف بھی ہے۔ اب بعض سلاسل میں پانچ لطائف کرائے جاتے ہیں ہمارے ہاں سات کرائے جاتے ہیں کہیں نو کرائے جاتے ہیں بعض میں گیارہ بھی کرائے جاتے ہیں تو یہ اختلاف اس طرح ہے جس طرح مسائل میں آئمہ اربعہ کی تحقیق ہے اور اس میں تھوڑا تھوڑا اختلاف ہے۔ تشریح میں اختلاف ہے۔ اصول ایک ہی ہے کہ فیض کہاں سے نصیب ہوتا ہے آگے یہ فرع ہے کہ اس کا مقام کیا ہے۔ یہ اس کی تشریح ہے اور تشریحات میں جو اختلاف ہوتا ہے اسے نبی کریم ﷺ نے برکت قرار دیا ہے، رحمت قرار دیا ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ یہ مفہوم ہے حدیث شریف کا۔ تو رحمت اسی وجہ سے قرار دیا گیا کہ ایک بات کے سارے پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین میں جو اختلاف تشریحات میں اور فروعات میں تھے انہیں مشاجرات صحابہ کہا جاتا ہے۔ مشاجرہ شجر سے مشتق ہے۔ درخت کو شجر کہتے ہیں۔ تو درخت میں جتنی شاخیں زیادہ نکلتی ہیں جتنے پتے زیادہ نکلتے ہیں اتنا اس کا سایہ گھنا ہوتا ہے۔ جتنی شاخیں زیادہ ہوتی ہیں اتنا اس پہ پھل زیادہ آتا ہے۔

اصول میں تو اختلاف ہی نہیں ہوتا تشریحات میں صحابہ کرامؓ میں جو اختلاف تھے انہیں مشاجرات کہا گیا ہے۔ ان کی برکت سے زیادہ رحمتیں، زیادہ پھل اور زیادہ ثمر مرتب ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کو اللہ کریم نے سراجاً منیرا'' روشنیاں بانٹنے'' والا سورج کہا ہے۔ اب سورج ظاہر ہے اصولی طور پر تو ایک ہی جگہ ہے لیکن آپ پاکستان میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں سورج میرے سر پر ہے، مغرب کے کسی ملک سے دیکھتے ہیں تو سمجھتے ہیں سورج میرے پاس ہے، کسی مشرق یا مشرق بعید کے ملک سے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں سورج میرے پاس ہے، جہاں سے دنیا میں آپ دیکھتے ہیں آپ سمجھتے ہیں یہاں ہے لیکن سورج اپنے ایک مقام پہ ہوتا ہے۔ جہاں تک حضور ﷺ کی ذات اعلیٰ صفات کا تعلق ہے تو حضور ﷺ کی مثال یہ ہے کہ روح اطہر کے جو معاملات دنیا سے متعلق تھے جیسے کھانا پینا، لوگوں سے ملنا ملانا، احکام ارشاد فرمانا، گرمی سردی، لباس وتمام امور جو دنیا سے متعلق تھے ان کا تعلق دنیا سے منقطع کر دیا۔ گیا ماوشما کی طرح روح قبض کر کے نہیں لے جائی گئی۔ یعنی وجود عالی کے اندر ہی روح عالی موجود ہے اور اس پہ بڑی لے دے ہوتی ہے۔ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ بڑا اچھالا گیا اس کے خلاف بڑی کتابیں شائع کی گئیں، تقریریں کی گئیں، اہل اللہ نے اس کے حق میں بھی لکھیں۔ حضرت جیؒ کی بھی دو کتابیں بڑے پرزور دلائل کے کے ساتھ اس کے حق میں موجود ہیں۔ آپ پڑھنے کی عادت ڈالیں آپ لائبریری سے کتابیں لیں اور ان کا مطالعہ فرمائیں۔ تو حق یہ ہے کہ سادہ سی بات ہے کہ حضور ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے آپ ﷺ کے اتباع کو نہ چھوڑتے ہوئے آپ ﷺ کے اتباع کی تبلیغ کرتے ہوئے اگر کوئی شخص قتل ہو جاتا ہے تو قرآن کریم بڑی سختی سے منع فرماتا ہے کہ وَ لَا تَقُولُوا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ٥ (البقرہ:154) اللہ کی راہ میں جو قتل ہو گئے ان کے بارے میں سوچو بھی نہیں کہ مر گئے بَلْ اَحْیَآءٌ وہ زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کا پیغام پہنچانا فی سبیل اللہ ہے۔ اللہ کا راستہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا۔ تو حضور ﷺ کی غلامی کرتے ہوئے جو مارا جاتا ہے اس کے بارے تو سوچنا بھی حرام ہے قرآن کے حکم کے مطابق بلکہ وہ زندہ ہیں تو خود حضور ﷺ کا مقام کیا ہوگا؟ حضور ﷺ قبر اطہر میں وجود عالی کے ساتھ زندہ جلوہ افروز ہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ حضور ﷺ کا بھی وصال ہوا، حضور ﷺ پر بھی موت وارد ہوئی لیکن وہ موت میری اور آپ کی طرح نہیں تھی بلکہ دنیاوی عوارضات کے متعلق جو روح کا کام تھا وہ ختم کر دیا گیا اور برزخ سے متعلق کر دیا گیا۔ غذا برزخ کی، سونا جاگنا برزخ کا، موسم برزخ کے، مقام برزخ کا۔

صحابہ کرامؓ کے اجسام نکالے گئے، چالیس برس بعد شہدائے اُحد کو منتقل کیا گیا جہاں اب غار کے پاس آبادی بن گئی ہے وہاں یہ مدفن تھے۔ وہاں سے نکال کر حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں مدینہ منورہ نہر پہنچائی گئی اور نہر کو وہاں سے گزرنا تھا تو اجسام مبارکہ نکال کر اب جہاں حضرت امیر حمزہؓ کا مزار ہے یہاں دفن کئے گئے تو چالیس برس بعد بھی وہ وجود تر تازہ تھے اور زندگی کے آثار نمایاں تھے۔

ایسا ہی واقعہ دوبارہ موجودہ دور میں ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ ستر کی دہائی تھی جب موجودہ دور میں پرانی مسجد نبوی کی توسیع کی گئی غالباً یہ ستتر اٹھتر 78-77 کی بات ہے کیونکہ 1974ء میں جب ہم حاضر ہوئے تھے تو مسجد نبوی سے کافی فاصلے پر حضور ﷺ کے والد گرامی کا مزار پر انوار تھا جس پر ترکوں نے ایک بہت بڑی عمارت بنا دی تھی اس کے گرداگرد بہت سے کمرے بنا دیئے تھے۔ اندر قبر

مبارک تھی اور بہت بڑا گیٹ لگا ہوا تھا کھڑکیاں تھیں، ہر طرف سے اور ان میں موٹی موٹی سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور بڑی مضبوط جس طرح قلعہ ہوتا ہے۔ایک عمارت تھی۔ہم نے وہاں حاضری بھی دی لیکن گیٹ بند تھا اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ جب پہلی توسیع ہوئی تو کچھ مزارات صحابہ کرامؓ کے آئے چونکہ جہاں حضورﷺ کے والد ماجد دفن تھے یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہوا کرتا تھا شہر سے دور تھا تو تین اجسام نکالے گئے۔ایک حضورﷺ کے والد گرامی کا دو اور صحابہؓ تھے ایک تو حضرت عکاشہؓ تھے۔حضرت عکاشہؓ وہ صحابی ہیں جنہوں نے مہر نبوت کو چوما تھا تو وہ بڑا دردانگیز نظارہ تھا۔حضورﷺ دنیاوی آخری مرض میں کافی نحیف اور کمزور محسوس کر رہے تھے تو مسجد نبوی میں تشریف لائے۔منبر اطہر پر جلوہ افروز ہوگئے، سہارے کے ساتھ حضورﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ ابوبکرؓ کا مال و جان میں نے بے دریغ خرچ کیا اس کا حساب اللہ کرے گا باقی کسی نے کچھ لینا دینا ہو کوئی حساب کتاب ہو تو اب کھڑا ہو جائے میرے ساتھ اور اپنا حساب ختم کر لے۔تو یہ حضرت عکاشہؓ کھڑے ہوگئے۔آپ ﷺ نے پوچھا بھئی تمہارا کیا ہے؟ عرض کی کہ حضورﷺ یوم بدر آپﷺ نے میرے جسم پر چھڑی ماری تھی۔بدر میں حضورﷺ نے صفیں بنوائیں مقابلے سے پہلے تو آپ کے دست اقدس میں چھڑی تھی جو آگے تھا اس کے پیٹ پر چھڑی لگا کے اشارہ کرتے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ اگر کوئی پیچھے تھا تو اس کی پیٹھ پر چھڑی لگا کے۔مقصد ہوتا تھا کہ آگے لائن میں برابر ہو جاؤ۔تو ان کی پیٹھ پہ حضورﷺ نے چھڑی لگائی تو انہوں نے کہا جی میرا وہ ادھار ہے آپﷺ پر۔آپ ﷺ نے فرمایا تو تم چاہتے ہو کہ تم میری پیٹھ پر چھڑی مارو۔جی رسول اللہﷺ یہی چاہتا ہوں۔تو چھڑی منگوائی گئی اور اب تقریباً طوفان سا آ گیا کہ حضورﷺ کا یہ عالم ہے اور یہ شخص چھڑی مارنا چاہتا ہے۔تو صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی جانیں پیش کیں کہ ایک کی بجائے ہمیں دس چھڑیاں مار لو اس نے کہا میرا لینا دینا حضورﷺ سے ہے۔حضورﷺ نے فرمایا یہ لو چھڑی اور اپنا بدلہ لے لو۔اس نے کہا یا رسول اللہﷺ میرے پاس تو اس دن قمیض نہیں تھی میرا جسم تو ننگا تھا۔آپ ﷺ نے قمیض مبارک پہن رکھی ہے تو حضورﷺ نے پشت مبارک سے قمیض اٹھائی تو انہوں نے لپک کر مہر نبوت کو چوم لیا جو حضورﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرا مقصد پورا ہو گیا۔یہ تھے وہ صحابیؓ جن کی میت نکالی گئی اور ایک صحابیؓ اور تھے تینوں وجود تر و تازہ تھے۔جنت البقیع میں منتقل کیے گئے۔دنیا بھر کے اخباروں میں خبریں آئیں تو اگر یہ حال ان لوگوں کا ہے جنہوں نے حضورﷺ سے برکات حاصل کیں، توحید کی، رسالت کی، اللہ کا قرب پایا تو آپﷺ کا مقام کیا ہوگا؟

جاری ہے۔

......نوٹ......

قارئین سے گذارش ہے کہ رسالہ نہ ملنے کی صورت میں دن 11 بجے سے دوپہر 1 بجے تک رانا محمد اسلم شاہد سرکولیشن منیجر سے ٹیلی فون نمبر:0303-4409395 اور 042-35182727 پر رابطہ کریں۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی متنوع معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کیلئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

Rs. 200 کلسٹرو کیئر Cholestro Care	کلیسٹرو کو صحیح حالت پر رکھتا ہے۔	Rs. 30 Cough Ez	کھانسی کیلئے گولیاں
Rs. 100 پین گو Pain Go	مالش کیلئے ہر طرح کے درد کیلئے مفید ہے	Rs. 225 کیوریکس Curex	کھانے کیلئے جوڑوں کے درد اور کمر کے درد سمیت ہر قسم کے دردوں کیلئے
Rs. 500 ہیر گارڈ آئل Hair Guard Oil	بالوں کی صحت کیلئے مفید ہے۔	Rs. 75 Detergent Super Wash	Rs. 100 Shampoo Hair Care

0321-6569339

ملنے کا پتہ:

دار العرفان منارہ ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ، لاہور فون 042-35182727

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج۔ اقبال کے شاہینوں کا مسکن۔ راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے

پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)	داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1	پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم	صحت افزاء مقام	شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

پرنسپل حاجی محمد خان ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم ایڈ (ریٹائرڈ ایگزیکٹو آفیسر محکمہ تعلیم گورنمنٹ آف پنجاب)

مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں۔

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پوری ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

For Feed Back: SIQARIAH@SIQARAHEDU.COM, SIQARAHEDU.COM
VICEPRINCIPAL@SIQARAHEDU.COM , Visit at: WWW.SIQARAHEDU.COM

Professional Content Writing, SEO, Web Design and Web Development Services

کیا آپ انٹرنیٹ پر کامیابی سے بزنس کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ہاں تو ہم مدد کے لیے حاضر ہیں!

آج ہی ہم سے ایک بہترین اور پروفیشنل Website بنوائیں

آپ اپنی Website کے لیے Content بھی ہم سے لکھوا سکتے ہیں۔

ہم آپ کے Blog کے لیے بہترین Articles بھی لکھ سکتے ہیں

SEO کے ذریعے ویب سائٹ Promote بھی ہم سے کروا سکتے ہیں

یہی نہیں بلکہ PHP میں Web Development بھی ہم کر دیں گے

ہماری پروفیشنل سروسز مناسب ریٹس پر حاصل کرنے کے لیے آج ہی ہم سے رابطہ کریں

Contact Us for Details:

Shaukat Ameen
Babar Ali
0322-2148153
Karachi, Pakistan

groovybrains@gmail.com

www.GroovyBrains.com

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

رزق حلال عین عبادت ہے

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A

☆ زیارت حرمین شریف کیلئے ویزہ عمرہ حاصل کریں۔

☆ اکانومی اینڈ سٹار ہوٹلز پیکج دستیاب ہے۔

☆ احباب سلسلہ کو گروپ بنا کر بھی بھجوایا جا سکتا ہے۔

☆ حج کا ارادہ رکھنے والے حضرات ابھی سے پاسپورٹ جمع کروا سکتے ہیں

﴿ارشاد نبوی ﷺ﴾

حج و عمرہ کرنے والا کبھی غریب نہ رہے گا۔

العروج

انٹرنیشنل ٹریولز P.S.A عبداللہ چوک ٹوبہ ٹیک سنگھ

Ph: 0462-51159,512559 Fax: 0462-510559

Mob: 0334-6289958

E-mail:alarooj@hotmail.com

پروپرائیٹر

حافظ حفیظ الرحمن

قارئین اپنی صوابدید سے معاملہ کریں۔ ادارہ کسی قسم کی ضمانت سے مستثنیٰ ہے۔

committing sins, by doing such forbidden things where we hope that it will benefit us but in reality it could not. After pledging Allah-swt that we only worship Him-swt and seek help only from Him-swt, we start doing things that prove our claims to the contrary. Do we forget about our promises so soon? However, if the same verse and the same covenant with its real meanings are transferred into the heart, and make it a part of our daily life, we will be able to smoothly follow what we say. This in fact would be the real blessings of Laila tul Qadar which we gain by illuminating our heart with the verses of the Holy Quran. The blessings of Laila tul Qadar are obtained every time we recite Surah al Fatiha. This is a delicate thought which we should really think about. We offer five times Salat every day and in each Rakat of a prayer we recite Surah l Fatiha in a state of purity with clean clothes and clean place, starting with the Greatness and praise for Allah-swt's attributes, then the pledges for obedience to Allah-swt are made and in the last every decision is left for Allah-swt's discretion and, اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ He-swt is asked to decide about our fate and our guidance in His-swt Wisdom and Knowledge and it is confessed that we do not know about the right or wrong but only that which Allah-swt has agreed upon. In the later verses it is specified that, صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ the path of those people who were the most Blessed and Graced in Your-swt Court, and as stated by Allama Iqbal-rua, 'O Bedouin! I am worried that the path you have taken for the pilgrimage may not take you to the destination because this path leads to Turkistan instead of going to Ka'ba'. During the prayer in a state of cleanliness and purity and away from the distractions of the worldly life a believer asks Allah-swt to show him the path of the most blessed people but when the Salat is finished and he leaves masjid, he becomes his own guide instead of following whatever Allah-swt has sent for his guidance. This in reality is not the way we should behave towards our covenants made with Allah-swt because then it will be counted as a crime and a sin. It means that after making those promises during Salah and asking for the guidance of Allah-swt in a state of cleanliness and purity he transcends his own limits and make a choice for spending his life in the way which is the Satan's way of life. Asking for the guidance of Allah-swt and acting according to one's own wishes or following the path of the Satan is a manifest crime and a daring sin. If someone asks for the path of the righteous people and people who are the most blessed by Allah-swt but after leaving masjid we start taking lives of the innocents and violate people's rights, could never be called the path of the righteous and blessed people.

To be continued

for the abandonment of the mission are indeed in your material approach and you can fetch any of these worldly offers, but those things which are out of your approach in this world such as the wealth of the moon and the sun, even if you provide me with it, I will still preach and practice it which are the commands of Allah-swt through this revelation.

Today if we recite the words اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ implying that anything that presents as the best attribute of something, is only the blessing of Allah-swt and nothing else. For instance, if a flower has a fragrance, it is not the inherent creation of the flower itself, rather, it is the attribute bestowed by Allah-swt and it pertains to the beauty of Allah-swt. If a medicine has the cure, it is the blessing of Allah-swt, if something is beautiful; still it is given by Allah-swt. Nothing among the best attributes belongs to others but only to Allah-swt.

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہ 'The entire beauty, the entire array of the best attributes only belong to Allah-swt. In Urdu the above phrase is usually translated as, 'all the praises', or 'all the qualities'. These words indeed translate as the qualities or praises but in reality the qualities might both be good or bad, and someone or something might be praised for bad or good things depending upon the description of a particular subject. This is why I have written it in my translation of the Quran as 'the attributes'. This is because if it is defined as 'attribute', it cannot be taken into the meanings of some bad qualities.

Revelation of the Holy Quran practically can only be understood if the meanings are felt by the heart. If we recite الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ the heart should feel the warmth of Allah-swt being the most Merciful and Kind. If somebody shows us kindness and mercy, it is actually the Mercy of Allah-swt that drive a person's behaviour towards mercy. People are only a tool of expression for revealing the Kindness of Allah-swt. No one in kindness can equal Him-swt. مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ this verse if understood in the real meaning will guide us into learning reality of the Day of Judgment. The day when the entire living beings would be in a state of terror, the true followers of the Prophets-alaihema salaam would be in peace, nobody would be able to claim their own greatness and everyone will be waiting for the decisions and directions of Allah-swt. These meanings if understood in such a pattern could at least give us some of the blessings of Laila tul Qadar. اِیَّاکَ نَعۡبُدُ Such a big covenant, that a person makes wudhu, wear clean clothes and stand at a clean place of prayer and tells Allah-swt that, 'we all worship only You-swt'. This is an amazing thing here, that he alone is praying to Allah-swt, still he uses the pronoun 'We'. By reciting the above verse, it is meant that, from Hadhrat Adam-alaihe salaam to the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam including all the companions and aulia', worship the One and Only Allah-swt. وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ and we only seek You-swt for help'. After making such a big promise, when we leave the masjid, we start

Allah-swt Dwells in a Believer's Heart
Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan, Munarah

Dated: August 23rd, 2011

(continued from previous month)

The Second part of the revelation of Holy Quran is when it was transferred from Loh-e-Mehfooz to the first heaven. Both of these revelations occurred in the realm above the Earth and the Universe. All the heavens in similarity to the Earth also house a Bait Ullah. Therefore, in the second part of the revelation the Holy Quran was revealed to the Bait Ullah in the first heaven and from there it was revealed by the Command of Allah-swt in parts upon the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam's heart, and it took about twenty two years, four months and fourteen days to complete.

It is interesting to investigate the effects when the transferrance of the Holy Quran from Allah-swt's Knowledge to the Loh-e-Mehfooz occurred. What could be the significance of this transferrance upon the human life? Since Loh-e-Mehfooz is far above the seven heavens, and is at quite great distance from us. Thereafter it was transferred to the first heaven, which again is at a greater distance from the Earth. In my humble opinion all these blessings of the revelation of the Holy Quran prevailed only after the Holy Quran was revealed to the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. It was because the nearness of the Holy Quran to the mankind because of its presence on the Earth enlightened every corner of the Globe and this enlightenment turned the night into the Night of Power. All this pertains to our own understanding and our own opinion, and this is a fact that the reason behind all these blessings of the Night of Power is the revelation of the Holy Quran because it is the statement of the Holy Quran itself. The sanctity of this night, the visit of the angels and the righteous souls with the arrival of Allah-swt's Mercy and Blessings, everything occurred only because the Holy Quran was revealed in this night.

Now if a person is blessed by Allah-swt to reveal the Holy Quran onto his heart, wouldn't it be as if the blessings of the Night of Power are being showered upon his heart? Let's assume that not the complete blessings of Laila tul Qadar are being attained, but at least a part of it might have been transferred to his heart, which indeed is the main objective. Such a revelation will be from the book onto the heart of a believer.

The extent of these blessings could be understood from the fact that, the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam was offered rewards for giving up on his mission and to stay quiet. The real answer is whatever the the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam replied to the disbelievers of Makkah. The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam said that,, 'the things you have offered as a reward

who are the sincere, pious followers (of the Holy Prophet saws).
You people all profess to be Muslims, but your religious tenets and beliefs are self created. From the Kalimah to the ceremonies of burial, you are presenting an artificial Islam. Since your Islam is not real and your Iman is not pure, you cannot have any Wali Allah in your faction.
In reply, the opposition counted out (mentioned) a few names.
Hazrat Ji rua went on to say,
Not one of them is a Wali Allah, but even if they were, after their death you people have turned their gravesites into dens of hemp and drugs. If you have had a Wali Allah in the past, surely you must have one alive today. Go and find a living Wali and get the answers to my three questions. I give you one year. Go to Iran, Qum, Syria, Lebanon and bring back the answers to my questions.
First question: The Maraqbah of 'Fana Baqa' is an important meditation in Sulook. Go and find out at what stage of the spiritual path is one initiated into it?
Second question: What does the Rooh (Spirit) experience during this Maraqbah?'
Third question: During this Maraqbah, in which state does a person doing this Maraqbah see the universe?
Remember all these are not related to verbal expressions but to spiritual experiences. You will not find the answers to my questions in books. Only those gifted with these Blessings can explain their experiences.

The following year when the two factions met again at the Shah Jewan annual Mãnazara, Hazrat Ji rua demanded the answers, but of course there weren't any.
Hazrat Ji-rua said: 'Come to me and I will show you the reality. Select six men from your side. I will keep them with me for six months. I will feed them what I wish and they will make effort according to my instructions. Insha Allah I will spiritually show them that even today Hazrat Abu Bakr Siddiq-rau, Hazrat Umar Farooq-rau, Hazrat Usman rau and Hazrat Ali-rau are seated in the Court of the Holy Prophet-saws, besides him saws. Come and see for yourselves.'
Unfortunately, nobody in the whole assembly was in search of Truth and so no one accepted Hazrat Ji rua's invitation.
At another time he said: 'Give me four men under the age of 30. They should be pious individuals, in the habit of offering Salah and should not be revilers (of the Companions rau). They will remain for some time in my company and they will ascertain the truth for themselves from the Holy Prophet saws. They will see for themselves Abu Bakr-rau and Usman-rau sitting on the right of the Holy Prophet saws. I shall make them meet Imam Jafar-rua and Imam Baqir rua and ascertain the truth from them.'

To be continued

someone possessing greater spirituality than a Wali will be needed. This will be the time when Hazrat Isa-as will return once again to the world.

In the light of the knowledge of this Intrinsic or Concealed Order it is not at all. difficult to comprehend the reason that despite the presence of such highly learned and eminent debating contemporaries, Hazrat Ji-rua was given the responsibility, from the Court of the Holy Prophet saws, to uphold the honour of the Companions-rau. For this task he bade farewell to the solitude that had granted him the Nearness of Allah swt and also to the precious moments spent in the Divine Company, to assume the duty of a messenger that tours village after village and town after town. Although he was always gifted with superiority above others in religious and worldly knowledge, his real superiority was the immensity of his Spiritual strength. An emissary from Allah swt: It was as if 'The hand of a Believer is the Hand of Allah swt.'

Dr. Ghulam Murtaza Malik, a renowned religious scholar, during his first meeting with Hazrat Ameer ul Mukarram mza, asked several questions, last of them being, "Why would Hazrat Isa as return to this world?" When the Shaikh mza explained the above fact to him, he expressly confessed that no one else could have explained this reality, and instantly he, along with his son took Bai'at at Ameer ul Mukarram mza's hands and joined the Silsilah.

When you threw a handful of dust, it was not you who threw but (it was) Allah Who Threw.

Surah Al Anfal V. 17.

History records the era of Sayyed Abdul Qadir Jilani-rau as that of the rise of the forces of Darkness as well, when the Fitnah of Rifdh was at its stormiest; these evil forces were subdued due to his high stations and elevated spiritual rank. Hazrat Ji rua's era too was no different in terms of darkness and evil. Although there were many small spiritual lamps lit here and there, nevertheless in terms of actual spirituality a brightly lit lamp was needed to dispel this profuse darkness. This task was assigned to Hazrat Ji rua in our times, who holds a similarity with Sayyed Abdul Qadir Jilani rau for realigning the balance between Light and Darkness.

Just as today Hazrat Ji rua's renown is confined to his spiritual aspect, in the ten years between 1950-60, people knew him only as a learned scholar and a talented debater. However, towards the end of his debating era, the spiritual aspect of Hazrat Ji rua's character started to emerge.

A Manazara was held at Shah Jewan, a place near Multan, in which Hazrat Ji rua spoke some sentences that were a novelty in the field of Manazaray. He said:

There are two aspects of Prophetic teachings: Manifest or external and the concealed or internal. The external aspect is taken up by the Ulama and the internal or spiritual aspect by the Aulia. Muslims and non-Muslims can equally partake of the external aspect, for example even a Hindu pundit can memorize parts of the Holy Quran. It is not necessary to believe in it (just for memorizing it).). The spiritual aspect, however, is reserved only for those

Hayat-e-Javidan Chapter 15

A Life Eternal (Translation)

HAZRAT JI's-rua SPIRITUAL POWERS

Some very renowned names are found among Hazrat Ji-rua's contemporaries in the field of Manazara. These personalities were the great scholars of their day, extremely learned and considered the top experts in the art of Manazaray, however Hazrat Ji-rua holds an unprecedented stature among them for being specially chosen to defend the honour of the Companions rau. Despite this distinction Hazrat Ji-rua is recognized as a distinguished Revivalist in today's world. Although he dedicated over a decade of his life as a Manazir (religious debater) defending Islam against Rifdh, this fact is being overshadowed in people's minds, with the passage of time. Similarly, very few people are cognizant of the fact that Hazrat Abdul Qadir Jilani rua's spiritual greatness too, acted as an effective weapon, in his time, to overcome the Fitnah of Rifdh (sedition/heresy).

In the tussle between Truth and Falsehood, the Ahl Allah have always had a pivotal role which may not be overtly obvious in the world of 'cause and effect' nevertheless it occupies the position of 'the determining factor' in the tussle. In any era, when the forces of darkness exceed all limits, the spiritual effects that these Pious Souls raise, help to realign the balance between Good and Evil and incline it towards Truth. This is a part of Allah swt's Concealed Order, and is indispensible for the existence of the Universe.

In 1984, the author travelled with Hazrat Ameer ul Mukarram mza who shed light on this phenomenon. He explained:

In the battle between Haq (Truth) and Batil (Falsehood) some forces are seen combating each other, with a visible imbalance in terms of their (material) resources. However, the result (of their conflict) brought out by Divine Will is totally different from those tangible factors, because acting behind the scene, are those Spiritual forces which human beings are unable to perceive. The forces of Darkness and Light are held in a delicate balance on which depends the existence of the entire universe. When the balance begins to tilt, the Shaikh of the era is granted such an elevated office that he becomes the means for restoring the balance. A time will come when it will not be possible even for the greatest Wali to dispel the darkness enveloping the world. Despite his great celestial office and high spiritual stations, Hazrat Imam Mahdi-rua will fail to restore the balance between Light and Darkness. At that time, in order to keep the system of worldly life sustained and running, and to combat Darkness,

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ ادارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خان"

1۔تعارف (اُردو)	15.00
2۔تعارف (انگلش)	20.00
3۔دلائل السلوک (اردو)	250.00
4۔دلائل السلوک (انگریزی)	250.00
5۔حیات النبی ﷺ	30.00
6۔حیات برزخیہ (اردو)	200.00
7۔حیات برزخیہ (انگریزی)	40.00
8۔اسرار الحرمین	80.00
9۔علم وعرفان (اردو)	25.00
10۔علم وعرفان (انگریزی)	25.00
11۔عقائد وکمالات علمائے دیوبند	30.00
12۔سیف اویسیہ	35.00
13۔تفسیر آیات اربعہ	40.00
14۔الدین الخالص	200.00
15۔ایمان بالقرآن	120.00
16۔تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	200.00
17۔تحقیق حلال وحرام	40.00
18۔شکست اعدائے حسینؓ	35.00
19۔داماد علیؓ	20.00
20۔بنات رسول ﷺ	15.00
21۔الجمال والکمال	25.00
22۔حیات طیبہ اول	600.00
23۔حیات طیبہ دوئم	500.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1۔غبار راہ اول	150.00
2۔غبار راہ دوئم	100.00
3۔ارشاد السالکین اول	40.00
4۔ارشاد السالکین دوئم	25.00
5۔لطائف اور تزکیہ نفس	15.00
6۔دیار حبیب میں چند روز	20.00
7۔نور وبشر کی حقیقت	15.00
8۔کنز الطالبین	200.00
9۔راہی کرب وبلا	20.00
10۔رموز دل	60.00
11۔حضرت امیر معاویہؓ	35.00
12۔طریق نسبت اویسیہ	250.00
13۔تعلیمات وبرکات نبوت	200.00
14۔خطبات امیر	120.00
15۔کنوز دل	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (تفسیر قرآن)

1۔اسرار التنزیل (اردو)	2300.00
چھ جلدوں میں (فی سیٹ)	
2۔اسرار التنزیل (انگلش)	2000.00
پانچ جلدوں میں (فی سیٹ)	
3۔اکرم التفاسیر (زیر طبع)	
جلد اول۔دوم۔سوم	
(فی جلد)	270.00
(جلد چہارم)	370
(جلد پنجم)	300
(جلد ششم)	350
(جلد ہفتم)	470

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب"

1۔انوار التنزیل	25.00
2۔چراغ مصطفوی ﷺ	35.00
3۔اطمینان قلب	60.00
4۔تصوف وتعمیر سیرت (اردو)	60.00
5۔تصوف وتعمیر سیرت (انگریزی)	120.00
6۔کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
7۔کس لئے آئے تھے (انگلش)	25.00
8۔بزم انجم	40.00
9۔عظمت صحابہؓ	10.00
10۔ذکر اللہ (اُردو)	15.00
11۔للوشیں	25.00
12۔مغالطے	30.00
13۔ٹھوکریں	20.00
14۔قرآن حکیم اور دعوت وتبلیغ	15.00
15۔فقہ اور ہماری زندگی	25.00
16۔والناس	20.00
17۔خدایا ایں کرم بار دگر کن	25.00
18۔تصوف کی پہلی کتاب	50.00
19۔تصوف کی دوسری کتاب	70.00
20۔تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	100.00
21۔دین ودانش	25.00
22۔اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1۔ہشت روزہ کورس	100.00
2۔سہ ہفتہ کورس	150.00
3۔پنج ہفتہ کورس	200.00
4۔پیشین گوئیاں	15.00
5۔اسلام اور تہذیب جدید (اُردو)	120.00
6۔اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	120.00
7۔طریق السلوک فی آداب الشیوخ	300.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

فون 04235182727

MONTHLY
Al-Murshid

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى

Indeed he is successful who purified himself,recited the name of his Rabb and offered prayers

الله
رسول
محمد

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: مَا مِنْ سَاعَةٍ
تَمُرُّ بِابْنِ آدَمَ لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا تَحَسَّرَ عَلَيْهَا
يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (بیھقی)

Narrated by Hazrat Aisha (R.A.U) The Prophet (S.A.W) said that on the day of judgement people will feel sorry over the moment in which they did not remember Allah.

More or less our condition is such that we want to reform the country but we don't want to reform ourselves. We want to correct others but not ourselves.

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

Rabi us Sani 1433H

March 2012

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیوویڈیوبیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1-مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2-مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہیں آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہیں پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔4-اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔5-حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6-ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8-اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9-سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255